مقتل لہوف
سید ابن طاؤسؒ
اسلامک بک سینٹر اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقتل لھوف

سید ابن طاوسؒ

(متوفی ۶۶۴ ہجری)

مترجم

مظہر حسین حسینی

ناشر

اسلامک بک سنٹر اسلام آباد

نام کتاب	:	مقتل لہوف
مؤلف	:	سید ابن طاوٗس رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	:	مولانا مظہر حسین حسینی
پیشکش	:	مولانا سید محمد ثقلین کاظمی
نظر ثانی	:	مولانا محمد حسن جعفری
کمپوزر	:	غلام حیدر، میکسیما کمپوزنگ سینٹر
پرنٹنگ	:	میکسیما پرنٹنگ پریس، راولپنڈی
		موبائل: 03335169622
سن اشاعت	:	ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ ہجری بمطابق جنوری ۲۰۰۶ء
تعداد	:	۱۱۰۰
بارِ اشاعت	:	دوم
قیمت	:	100 روپے
ناشر	:	اسلامک بک سنٹر
		C-362، گلی نمبر 12، G/6-2، اسلام آباد
		فون نمبر 051-2870105
بلتستان میں ملنے کا پتہ	:	معصوم پبلیکیشنز، منٹھوکھا، کھرمنگ، بلتستان

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر

حصہ دوم

حصہ سوم

عرض ناشر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

1962ء میں راولپنڈی کے متدین نوجوانوں پر مشتمل ایک انجمن بنام ''ینگ مین شیعہ ایسوسی ایشن'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا بنیادی مقصد علوم محمد و آل محمد علیہم السلام کی نشر و اشاعت تھا۔ اس انجمن کے تحت ابتدائی طور پر بہت سے تبلیغی پمفلٹ شائع ہوئے۔ بعد ازاں اس کا دفتر اسلام آباد میں منتقل ہو گیا اور انجمن کا نام تبدیل کر کے پہلے ادارہ تبلیغ شیعہ اور بعد میں امامیہ دار التبلیغ اسلام آباد رکھ دیا گیا۔ اس ادارے کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی ہوئی اور علماء کرام نے بھی تعاون کرنا شروع کر دیا جس کے بعد دیگرے بہت سے تبلیغی اور اصلاحی کام ہوئے۔ اس ادارے کی مطبوعات میں تذکرۂ علمائے امامیہ، امامیہ ڈائریکٹری اور امامیہ دینی مدارس کا جائزہ قابل ذکر ہیں۔

آج کل دینی کتب کی نشر و اشاعت اسلامک بک سینٹر اسلام آباد کے تحت ہوتی ہے۔ اس کے تحت ایلیا، ''اوم اور علیؑ''، نمازِ شیعہ، سعادت الدارین فی مقتل الحسین علیہ السلام، اور اول وقت نماز وغیرہ کتب شائع ہو چکی ہیں۔

اس سال اس سینٹر کے تحت ''لھوف'' نامی مقتل کی بڑی جامع کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ مولانا مظہر حسین حسینی ساکن کالرہ اسٹیٹ سرگودھا حال مقیم

ایران نے کیا تھا۔ لیکن اس میں عربی اور اردو متن کی بہت سی اغلاط تھیں، ان کی تصحیح کے لئے مولانا ملک آفتاب حسین جوادی نے ابتدائی طور پر کام کیا اور بعد ازاں محترم مولانا محمد حسن جعفری نے تصحیح فرمائی اور بڑی محنت کے بعد تمام غلطیاں درست کر دیں۔ اب اغلاط سے پاک اور اچھے انداز میں یہ کتاب شائع کی جا رہی ہیں۔ امید ہے کہ مؤمنین اس کاوش کو پسند فرمائیں گے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ کتاب لاہور سے کسی اور نام سے بھی شائع ہوئی ہے جبکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ کتاب کو اصل نام سے ہی شائع کرنا چاہیئے تاکہ قارئین کو خریدنے اور پڑھنے میں دقت نہ ہو۔

اس کتاب کی تمام کمپوزنگ نئے سرے سے عزیزم غلام حیدر نے کی ہے۔ میں آخر میں مولانا آفتاب حسین جوادی اور خصوصی طور پر مولانا محمد حسن جعفری مدیر مدرسہ کنز العلوم راولپنڈی کا تہہ دل سے مشکور ہوں جن کی محنت کی وجہ سے اس کتاب کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل بیتؑ کو سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

میں مولانا مظہر حسین حسینی کا بھی شکر گزار ہوں جن کے ترجمے سے ہم نے استفادہ کیا۔

والسلام
سید محمد ثقلین کاظمی
ناظم اعلیٰ

اسلامک بک سینٹر اسلام آباد

۳۱ جنوری ۲۰۰۶ء،
بمطابق یکم محرم الحرام ۱۴۲۷ھ بروز منگل

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ کے حالاتِ زندگی

سید ابن طاوؤس کا نام علی بن موسیٰ بن جعفر ابن طاؤس ہے۔ یہ رضی الدین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ ان کی ولادت باسعادت ۱۵ محرم الحرام ۵۸۹ھ ہجری بروز جمعرات کو ہوئی۔ سید رضی الدین کی والدہ ورام بن ابی فراس کی دختر تھیں۔ آپ کی نانی حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی بیٹی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ سید رضی الدین نے بعض مقامات پر شیخ طوسی علیہ الرحمہ کو جد کہا ہے۔ سید ابن طاوؤس کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ سید رضی الدین کے جد امجد طاوؤس کی اولاد میں کئی ایک مشاہیر علماء ہوگزرے ہیں۔ ان میں سے ایک سید رضی الدین کے بھائی احمد بن موسیٰ ہیں جن کا لقب جمال الدین تھا۔ ان کی تالیفات بیاسی (۸۲) کے قریب ہیں۔ یہ شاعر بھی تھے۔

سید ابن طاؤسؒ کی تالیفات

سید ابن طاؤسؒ کی کئی ایک تالیفات ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں: **کتاب الاقبال، فلاح السائل، مقتل حسین علیہ السلام میں کتاب لہوف علی اهل الطفوف۔ المهمات و التتمات، مجتنیٰ، مهج الدعوات، جمال الاسبوع۔**

سید ابن طاؤسؒ کے تقویٰ کا ایک نمونہ

سید نعمت اللہ الجزائری اپنی کتاب زھر الربیع میں رقمطراز ہیں کہ سید رضی الدین علی بن طاؤس نے بتایا کہ بادشاہ وقت نے مجھ سے قاضی بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میری عقل اور خواہش نفس نے میرے پاس ایک مقدمہ دائر کر کے مجھ سے فیصلہ کی خواہش کی۔ وہ دونوں میرے پاس آئے۔

عقل نے دلیل دیتے ہوئے کہا: میں تمہیں بہشت اور اس کی لازوال نعمات کی طرف لے جانا چاہتی ہوں۔

ہوائے نفس نے دلیل دی۔ دیکھو آخرت ادھار ہے میں تمہیں دنیا میں موجود لذتوں سے بہرہ مند کرنا چاہتی ہوں اس کے ساتھ ہی دونوں نے مجھ سے عادلانہ فیصلے کا تقاضا کیا۔ میں ایک دن عقل کے حق میں فیصلہ کرتا ہوں اور دوسرے دن خواہش نفس کے حق میں۔ اس قضیہ کو پچاس سال کا طویل عرصہ گزر گیا میں ابھی تک اس جھگڑے کا فیصلہ نہیں کر پایا۔ جو شخص اتنی طولانی مدت میں ایک قضیہ کا فیصلہ نہ کر سکا۔ وہ کئی قضیوں کا فیصلہ کرنے کی کیونکر صلاحیت و اہلیت رکھتا ہے۔ لہٰذا تم عہدۂ قضاوت پر ایسے شخص کو فائز کرو جو اس کا اہل ہو۔

اس خوبصورت واقعہ سے ان کے تقویٰ کی خوشبو آتی ہے۔ کیونکہ قاضی کے پاس ہر قسم کے مقدمات آتے ہیں ان میں قتل کے کیس بھی ہوتے ہیں۔ عموماً شریعت کے مطابق گواہ میسر نہیں آتے۔ لہٰذا اگر کوئی عدالت کے فیصلے سے ناحق قتل ہو جائے تو اس کا وبال قاضی کے سر ہوتا ہے۔ ناحق قتل ناقابل معافی ہے کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ انہوں نے کس پیارے اور دلنشین انداز اور بہترین حکمت عملی سے عقل اور خواہش نفس کی

داستان کے ذریعہ بادشاہ وقت کی خواہش کو مسترد کیا۔ (رحمہ اللہ)

علاوہ ازیں غاصب اور ظالم بادشاہ کی حکومت میں کسی طور اس کی مدد کرنا بذات خود ایک عظیم گناہ ہے۔ جس سے انہوں نے بڑی عقلمندی سے جان چھڑالی۔

سید ابن طاوسؒ اور امام زمانہ علیہ السلام

سید ابن طاوسؒ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ سید رضی الدین علی بن طاوس نے سامرہ میں حضرت صاحب العصر علیہ السلام کے سرداب میں آنجنابؑ کی صدائے مبارک سنی۔ انہوں نے آنجناب علیہ السلام کو یہ دعا قنوت میں پڑھتے ہوئے سنا:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّ شِیْعَتَنَا خُلِقُوْا مِنْ فَاضِلِ طِیْنَتِنَا وَ عُجِنُوْا بِمَآءِ وَلَایَتِنَا.................. الخ﴾

اے اللہ ہمارے شیعہ ہماری فاضل طینت (باقی ماندہ مٹی) سے خلق ہوئے ہیں اور ہماری ولایت کے پانی سے خمیر ہوئے..................
تو ہماری خاطر انہیں بخش دے۔

کرامات

علامہ حلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن طاوسؒ کی بعض کرامات بھی ہیں جو مجھ سے بیان کی گئی ہیں اور بعض کو میرے والد مرحوم نے نقل فرمایا تھا اور بڑی احتیاط سے انہیں تحریر کیا تھا۔

ان کی جملہ کرامات میں سے ایک یہ ہے جسے اسماعیل بن حسن ھرقلی نے نقل

کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نے ایک شب صاحب العصر علیہ السلام کی زیارت کی۔ آنجنابؑ نے مجھے فرمایا کہ عباسی خلیفہ سے کوئی شئ قبول نہ کرو۔ اور میرے بیٹے سید رضی الدین سے کہو کہ علی بن عوض کو تمہاری سفارش لکھ دے ہم نے اس کے ذمہ لگایا ہے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ تمہیں دے دے۔ اس حکایت کو مقدس اردبیلیؒ نے حدیقۃ الشیعہ میں، علی بن عیسیٰ اردبیلیؒ نے کشف الغمہ میں اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں تحریر کیا ہے۔

سید ابن طاؤسؒ کی امام زمانہ علیہ السلام کے متعلق اپنے بیٹے کو نصیحت

اے میرے بیٹے محمد! خداوند تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو اپنے اولیاء کی دوستی و محبت اور اپنے دشمنوں کی دشمنی سے زینت بخشے۔ جب مجھے تمہاری ولادت کی خبر ملی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم پر اس کا شکر ادا کیا اور بحکم خدا میں نے تمہیں حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غلامی میں دے دیا۔ اور میں نے تمہیں پیش آمدہ حوادث کے لئے امام علیہ السلام کی پناہ میں دیا اور ان کے دامن عنایت سے متوسل ہوا۔ اور اس خواب میں کئی مرتبہ حضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ انہوں نے ہم پر نظر کرم فرمائی اور تمہاری حاجات براری کی اس قدر ذمہ داری قبول فرمائی کہ میں اسے الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ لہٰذا تم ان کی دوستی و محبت اور ان کی یاد میں اس طرح رہو جیسا خداوند تعالیٰ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آنحضرت علیہ السلام اور ان کے آباء واجداد چاہتے ہیں۔ آنجناب علیہ السلام کی حاجات وخواہشات کو اپنی خواہشات پر مقدم جانو۔ اپنا اور اپنے عزیزوں کا صدقہ دینے سے پہلے آنحضرت علیہ السلام کا صدقہ دو۔ اپنی دعا پر ان کے لئے دعا کو مقدم رکھو۔ ہر امر خیر میں انہیں ترجیح دو اور آنحضرت علیہ السلام سے

مخاطب ہوتے ہوئے پہلے سلام کہواور اس کے بعد وہ زیارت پڑھو جو سلام اللہ الکامل التام...... سے شروع ہوتی ہے۔.......... الخ۔

سید ابن طاؤسؒ کی وصیت

سید ابن طاؤسؒ نے اپنی کتاب فلاح السائل میں لکھا ہے کہ میرے جد لائق اقتداء افراد میں تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے منہ میں عقیق کے نگینہ والے انگشتری رکھی جائے جس پر ائمہ علیہم السلام کے اسماءِ گرامی کندہ ہوں۔ ان کے لئے ایسا ہی کیا گیا۔ پھر ان کی تاٗسی میں اپنی عقیق کی انگوٹھی پر میں نے بھی یہ عبارت کندہ کروائی:

﴿اللّٰہ ربی. محمدؐ نبیي و علیؑ امامی..................
(الیٰ آخر الائمة) ائمتی و وسیلتی﴾۔

میں نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے منہ میں یہ انگوٹھی رکھیں تاکہ قبر میں سوال کے لئے آنے والے دو فرشتوں کا جواب ہو سکے۔

شاید ورام بن ابی فراس نے اس حدیث سے استفادہ کیا ہو جس کا ظاہراً مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا:

''یا علیؑ! عقیق کی انگشتری ہاتھ میں پہنا کرو کیونکہ وہ پہلا پتھر ہے جس نے خداوند تعالیٰ کی وحدانیت، میری رسالت، تیری اور تیری اولاد سے ہونے والے ائمہؑ کی ولایت و امامت کا سب سے پہلے اقرار کیا۔''

اس بزرگوار کی وفات ۵ ذی قعد ۶۶۴ ہجری بروز پیر ہوئی۔

(ماخوذ از: قصص العلماء، تالیف: میرزا محمد تنکابنی)

❁❁❁❁❁

حصہ اول

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت
سے لے کر
صبح عاشورا تک

امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت

آپؑ کی ولادت پانچ شعبان ۴ھ اور ایک قول کے مطابق تین شعبان کو ہوئی۔ بعض کہتے ہیں: ماہ ربیع الاول ۳ھ کے آخر میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں اور روایات بھی موجود ہیں۔

جب آپؑ پیدا ہوئے تو جبرئیلؑ ایک ہزار فرشتوں کی معیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مبارکباد پیش کرنے کے لئے شرف یاب ہوئے۔ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے فرزند کو والد بزرگوار کی خدمت میں لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کا نام حسین رکھا۔

جناب ام الفضل کا خواب اور اس کی تعبیر [1]

ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن بکر بن حبیب سھمی اور وہ حاتم بن منعہ سے روایت ہے کہ: جناب عباسؓ بن عبد المطلب کی زوجہ ام الفضلؓ کہتی ہیں کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے ایک رات پہلے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن اقدس سے گوشت کا ایک

---

[1] تاج العروس:

ٹکڑا جدا ہوا اور میری آغوش میں آ گیا۔

اس خواب کی تعبیر میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارا خواب سچا ہے تو میری بیٹی فاطمہؑ کے یاں جلد ایک فرزند پیدا ہوگا۔

اور میں اسے دودھ پلانے کے لئے تمہارے سپرد کروں گا۔[1]

چنانچہ وہ مبارک دن آ پہنچا کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک فرزند متولد ہوا اور اسے دودھ پلانے کی خاطر میرے حوالے کیا گیا۔

ایک دن میں اس مولود مبارک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئی۔ آنحضرتؐ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا کر چومنا شروع کیا۔ اسی دوران بچے کے پیشاب کا قطرہ پیغمبر اسلامؐ کے لباس مبارک پر گرا۔ میں نے اس دوران جلدی سے بچہ کو آنحضرتؐ کی آغوش سے جدا کیا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا: اے ام الفضل! ذرا آہستہ، میرا لباس تو دھویا جا سکتا ہے لیکن تم نے میرے بیٹے کو تکلیف پہنچائی ہے۔ میں نے حسین علیہ السلام کو اسی حالت میں چھوڑا اور کمرہ سے باہر پانی لینے کے لئے چلی گئی۔

جب میں واپس آئی تو دیکھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کچھ دیر پہلے جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کر دے گی۔

علماء محدثین سے منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام ایک سال کے ہوئے تو

---

[1] شیخ مفیدؒ (الارشاد) ص ۴۳۲۔ ابن نما (مشیر الاحزان)۔
ابن جوزی تذکرہ خواص الائمہ، ص ۳۳۱۔ تاج العروس ج ۹، ص ۱۷۷۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خدا کی طرف سے بارہ فرشتے نازل ہوئے جن کے چہرے سرخ تھے، اور ان کے پر و بال کھلے ہوئے تھے، عرض کرتے ہیں:

اے محمدؐ! وہی ظلم وستم جو قابیل نے ہابیل پر کیا تھا آپ کے فرزند حسین علیہ السلام پر بھی کیا جائے گا۔ اور جس طرح ہابیل کو اس کا اجر دیا جائے گا اسی طرح آپ کے حسین علیہ السلام کو بھی اجر دیا جائے گا۔ اور حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو وہی عذاب دیا جائے گا جو ہابیل کے قاتلوں کو ملے گا۔

اسی اثنا میں آسمانوں کے تمام مقرب فرشتے آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تعزیت عرض کی۔ اور وہ مقام جو خداوند کریم نے شہادت کے عوض میں امام حسین علیہ السلام کو عطا فرمایا اس کی خبر پہنچائی۔ اور حسین علیہ السلام کی قبر کی تربت رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کی۔ اسی دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ:

”اے خدا! جس نے میرے فرزند حسینؑ کو اذیت پہنچائی اسے ذلیل وخوار فرما، اور انہیں قتل کر جو حسینؑ کو قتل کرے۔ اور اس کے قاتل کو اپنے مقصد میں کامیاب نہ فرما۔“

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بارے میں جبرئیلؑ کا خبر دینا

جب امام حسین علیہ السلام دو سال کے ہوئے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سفر پیش ہوا، دورانِ سفر آنحضرتؐ اچانک رک گئے، اور فرمایا: ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے، رونے کی وجہ پوچھی گئی، تو فرمایا: مجھے ابھی

جبرئیلؑ نے اسی زمین کے بارے میں خبر دی ہے کہ شط فرات کے قریب ہے، جس کا نام کربلا ہے۔ اسی سرزمین پر میرے فرزند حسینؑ کو شہید کیا جائے گا۔ سوال کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کا قاتل کون ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا: اس کا نام یزید بن معاویہ ہے گویا کہ میں ابھی حسین علیہ السلام کی قتل گاہ اور مقام دفن کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سفر سے غمگین لوٹے اور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، لوگوں کو نصیحت۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ امام حسن علیہ السلام اور بایاں ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے سر پر رکھا اور اپنا چہرۂ مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے دعا مانگی:

[خداوندا! محمدؐ تیرا بندہ اور تیرا پیغمبر ہے۔ اور یہ دونوں میرے اہل بیت اطہار اور برگزیدہ ذریت میں سے ہیں اور ان کو اپنی امت میں اپنا جانشین بنا کر جا رہا ہوں، جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے اس فرزند کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا جائے گا، خدایا! شہادت کو اس کے لئے مبارک فرما اور اسے شہداء کا سردار قرار فرما۔ اور اس کے قاتلوں کو ذلیل و رسوا کر]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سنتے ہی مجلس میں رونے کی آواز بلند ہوئی، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آیا اس کے لئے گریہ وزاری کر رہے ہو کہ جس کی نصرت سے تم دوری اختیار کرو گے؟ اس کے بعد مسجد سے باہر گئے اور فوراً مسجد میں واپس تشریف لے آئے۔ لیکن ان کا رنگ متغیر تھا۔ اور رونے والوں کے درمیان دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور کہا: ایہا الناس! میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسری اپنی اہل بیتؑ جو میرے محبوب اور میرے گوشۂ جگر ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان جدائی نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر تک نہ پہنچ جائیں۔

اور جان لو کہ بروز قیامت میں ان دو گرانقدر امانتوں کا منتظر ہوں گا اور میں تم سے اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں سوال نہیں کروں گا مگر وہ کہ جس کے بارے میں خداوند متعال کہے گا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ تم میرے اہل بیتؑ سے محبت کرو، اور میرے اہل بیتؑ سے ایسا اچھا سلوک کرو کہ قیامت کے دن تمہاری مجھ سے ملاقات اس حالت میں نہ ہو کہ تمہارے دلوں میں میرے اہل بیتؑ کی دشمنی ہو اور تم نے ان پر ظلم ڈھایا ہو، یقین کرو قیامت کے دن میری امت تین گروہ ہو کر میرے سامنے پیش ہو گی ہر گروہ کے ہاتھ ایک پرچم ہو گا۔

پہلا پرچم

سیاہ رنگ کا ہو گا کہ ملائکہ اس کو دیکھ کر چیخ و پکار کریں گے۔ اس پرچم کے اٹھانے والے میرے سامنے کھڑے ہوں گے ان سے سوال کروں گا: تم کون ہو؟ وہ میرا نام بھول چکے ہوں گے، جواب دیں گے کہ ہم اہل توحید اور عرب ہیں۔ میں ان سے کہوں گا: میں احمد پیغمبر عرب و عجم ہوں۔ جواب دیں گے: ہم آپ کی امت ہیں۔ میں سوال کروں گا: میرے بعد اہل بیتؑ اور قرآن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواب دیں گے: ہم نے قرآن کے حق کو ضائع کیا اور اس کی تعلیمات کو ترک کیا۔ اور آپ کے اہل بیت کو روئے زمین سے نابود کرنا چاہتے تھے۔ میں ان سے اپنا چہرہ پھیر لوں گا اور وہ روسیاہ اور پیاس کی حالت میں مجھ سے دور ہو جائیں گے۔

دوسرا پرچم

سامنے آئے گا اس علم کی سیاہی پہلے علم کی سیاہی سے زیادہ ہو گی، ان سے

دریافت کروں گا، کہ تم نے میرے بعد دو بزرگ، امانتوں قرآن واہل بیتؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

وہ جواب دیں گے: قرآن کی مخالفت کی اور آپؐ کے اہل بیتؑ پر ظلم کیا اور ان کو دربدر پھرایا، میں ان سے کہوں گا: مجھ سے دور ہو جاؤ، تو وہ اپنے سیاہ چہروں کے ساتھ پیاس کی حالت میں مجھ سے دور ہو جائیں گے۔

تیسرا پرچم

میرے سامنے پیش ہوگا۔ اس کے اٹھانے والوں کے چہروں پر نور ہوگا۔ میں ان سے سوال کروں گا، آپ کون ہیں۔ جواب دیں گے: ہم کلمہ گو اور اہل تقویٰ اور امت محمدؐ سے ہیں۔ ہم ہیں اہل حق جو دین پر ثابت قدم رہے اور راہِ دین سے متزلزل نہیں ہوئے۔

ہم نے اللہ کی کتاب سے تمسک اختیار کیا، اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانتے تھے۔ اور اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو دوست رکھتے تھے، ہم ان کی پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور ان کے دشمنوں سے جنگ کرتے تھے۔

میں ان سے کہوں گا کہ تم کو بشارت ہو کہ میں تمہارا پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں، اور تم دنیا میں اسی طرح تھے جس طرح اب بیان کر رہے ہو۔ اس کے بعد ان کو حوض کوثر سے سیراب کروں گا، اور وہ خوش حال چہروں کے ساتھ بہشت کی طرف جائیں گے۔ اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

معاویہ کی موت اور یزید لعین کا خط

مذکورہ بالا خطبہ تمام ہونے کے بعد مجلس اختتام کو پہنچی ،لیکن رسول خداؐ کا یہ خطبہ اسی طرح لوگوں کے گوش گزار رہا، اور ہر محفل و مجلس میں شہادت امام حسینؑ کی داستان کا ذکر ہوتا۔ لوگوں کی نظر میں یہ بہت اہم مسئلہ تھا۔ اور وہ اس واقعہ کے رونما ہونے کے وقت کے منتظر رہتے تھے۔

معاویہ ابن سفیان ماہِ رجب ۶۰ ہجری کو ہلاک ہوا۔ اس کے بعد یزید حاکم ہوا، اس نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو خط لکھا اور اس کو حکم دیا کہ میرے لئے تمام اہل مدینہ بالخصوص امام حسین (علیہ السلام) سے بیعت لو اور اگر امام حسین (علیہ السلام) بیعت سے انکار کریں تو ان کا سر بدن سے جدا کر کے میرے پاس روانہ کردو۔ ولید نے مروان کو طلب کیا اور اس بارے میں مروان کی رائے معلوم کرنا چاہی۔

مروان نے کہا: اس ذلت کو حسین (علیہ السلام) قبول نہیں کریں گے اور یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ لیکن میں اگر تمہاری جگہ پر ہوتا اور یہی قدرت و طاقت جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں فوراً حسین (علیہ السلام) کو قتل کر دیتا۔

ولید نے کہا: اے کاش میں اس کام کو انجام دینے اور اس ذلت کو اپنے ذمہ لینے کے لئے دنیا میں نہ آیا ہوتا۔

پھر اس کے بعد ولید نے امام حسینؑ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ امام حسینؑ بنی ہاشم کے تیس جوانوں کو اپنے ہمراہ لے کر آئے۔ ولید نے امام حسینؑ کو معاویہ کی موت کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بیعت خفیہ طور پر نہیں کی جا سکتی۔ جب صبح ہو تو لوگوں کو دعوت دینے کے ساتھ مجھے بھی دعوت دینا۔

مروان نے کہا: حسین (علیہ السلام) کی بات کو نہ مانو اور ان کے عذر کو قبول نہ کرو، بلکہ فوراً ان کا سر تن سے جدا کر دو۔

امام حسین علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر کہا: لعنت ہو تجھ پر اے زانیہ کے فرزند! کیا تو میرے قتل کرنے کا مشورہ دیتا ہے؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا، اور اس بات سے تو نے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کیا، اس کے بعد ولید کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا:

اے حاکم مدینہ! ہم اہل بیت نبوت اور مخزن رسالت ہیں۔ اور ہمارے گھر میں ملائکہ کی آمد و رفت ہوتی ہے، ہماری ہی خاطر خداوند کریم نے اپنی رحمت کو لوگوں پر وسیع کیا ہے اور ہماری ہی وجہ سے اس رحمت کا اختتام ہوگا۔ لیکن یزید فاسق، شرابی، محترم جانوں کا قاتل اعلانیہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے مجھ جیسا شخص یزید جیسے کی بیعت کبھی نہیں کر سکتا۔ تم بھی رات گزارو اور ہم بھی رات گزارتے ہیں اور صبح تک تم بھی اس بارے میں بہتر سوچو اور ہم بھی غور و فکر کرتے ہیں کہ ہم میں سے کون اس مقامِ خلافت کا زیادہ حقدار ہے؟ یہ بات تمام کر کے امام علیہ السلام ولید کے گھر سے باہر تشریف لے گئے،

مروان نے ولید سے کہا: تم نے میری نصیحت پر عمل نہیں کیا بلکہ برخلاف کام کیا۔

ولید نے کہا: لعنت ہو تم پر۔ تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو کہ جس میں میرے دین و دنیا کا نقصان ہے خدا کی قسم اگر دنیا کی تمام بادشاہی بھی مجھے مل جائے تو میں حسین (علیہ السلام) کو قتل نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم میں اس کو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی بھی حسین (علیہ السلام) کے قتل کو اپنے ذمہ لے اور جب خداوند کریم سے ملاقات کرے۔ تو اس کے اعمال صالح کا پلڑا بہت ہلکا ہو، اس کی بخشش محال ہوگی اور خدا اس پر نظر رحمت نہیں

کرے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وہ رات گزر گئی، صبح طلوع ہوئی اور امام حسین علیہ السلام حالات سے آگاہی کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے۔ مروان نے ان سے ملاقات کی اور کہا: یا ابا عبداللہ! میں آپ کا خیر خواہ ہوں میری نصیحت کو سنیں تاکہ سعادت پائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تیری نصیحت کیا ہے؟ بتا، کہ میں سنوں؟

اس نے کہا کہ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کرلو۔ کیونکہ یہ تمہاری دنیا و آخرت کے لئے بہتر ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾۔ اب دینِ اسلام کو الوداع کہہ دینا چاہئے کہ جب امت پیغمبرؐ کی خلافت و بادشاہی یزید کے ہاتھوں میں ہو۔ میں نے اپنے جد امجد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ﴿اَلْخِلَافَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلٰى آلِ اَبِیْ سُفْيَانَ﴾ ابوسفیان کے خاندان پر خلافت حرام ہے۔

امام حسین علیہ السلام اور مروان کے درمیان طولانی گفتگو ہوئی یہاں تک کہ مروان غصہ کی حالت میں چلا گیا۔

امام حسین علیہ السلام کا اپنی شہادت سے باخبر ہونا

سید ابن طاؤس کہتے ہیں کہ یہ بات تحقیقی طور پر ثابت ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت کی خبر اور درپیش واقعات سے آگاہ تھے۔ اور انہوں نے اپنے وظیفہ شرعی پر عمل کیا جو انہیں کرنا چاہیئے تھا۔ سید ابن طاؤس اپنی کتاب ''غیاث سلطان الوری لسکان اثری ''میں بہت سے راویوں کے نام ذکر کرتے ہیں کہ جن میں سے ایک راوی ابوجعفر محمد بن بابویہ القمی ہیں

انہوں نے اپنی کتاب امالی میں سند حدیث کو مفضل بن عمر سے نقل کیا انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور امامؑ نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے:

ایک دن امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کے گھر تشریف لے گئے۔ جیسے ہی امام حسین علیہ السلام کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی تو آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے، امام حسن علیہ السلام نے پوچھا: کیوں روتے ہیں؟

جواب دیا کہ میرے رونے کی وجہ آپ پر آئندہ ہونے والے ظلم وستم ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جو ظلم مجھ پر ہوگا وہ فقط دھوکے سے زہر دیا جانا ہے جس کی وجہ سے میری شہادت واقع ہوگی، لیکن ﴿لاَ یَوْمَ کَیَوْمِکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ﴾ کائنات کا کوئی دن آپ کی شہادت کے مانند نہیں کیونکہ ۳۰ ہزار کا لشکر جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں گے اور ہمارے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی امت میں سے ہوں گے وہ آپ کا محاصرہ کریں گے۔ اور آپ کو قتل کرنے، آپؑ کا خون بہانے اور آپ کی ہتک کرنے کے لئے، آپ کے اہل بیتؑ کو قیدی بنانے اور آپ کے مال کو لوٹنے کے لئے آمادہ ہوں گے۔ اور یہ وہی وقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی بنی امیہ پر لعنت ہوگی اور آسمان خون برسائے گا، اور خاک پھیلائے گا، یہاں تک کہ کائنات کا ذرہ ذرہ، جنگلوں کے درندے دریاؤں کی مچھلیاں آپ کی مصیبت پر گریہ کریں گی......

﴿فَتُوْبُوْآ اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْآ اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ﴾

اپنے پروردگار کی بارگاہ میں تم توبہ کرو پس اپنی جانوں کو قتل کرو یہی تمہارا عمل خدا کے نزدیک بہترین عمل ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں ﴿وَلاَ تُلْقُوْا

بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ شہادت کی طرف اشارہ ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، بلکہ شہادت انسان کے لئے ایک عظیم سعادت ہے۔

صاحب کتاب (مقتل) نے اپنی کتاب میں اسلم سے روایت کی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے اس آیتِ شریفہ کی اس طرح تفسیر فرمائی ہے:

اسلم روایت کرتے ہیں کہ ہم جنگ نہاوند یا کسی دوسری جنگ میں شریک تھے ہم مسلمانوں نے اپنی صفوں کو درست کیا اور دشمن بھی ہمارے مقابلہ میں صف آرا ہوئے، کسی بھی جنگ میں ایسی طویل وعریض صفیں نہیں دیکھی تھیں اسی دوران مسلمانوں کی صف سے ایک مسلمان نکل کر حملہ آور ہوا۔ تو لوگوں نے کہا: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْقٰى نَفْسَهٗ اِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾ (تعجب ہے اس شخص پر کہ جس نے اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے آمادہ کیا)۔ اس وقت ابوایوب انصاری نے کہا: تم نے اس آیت کی تاویل اس حملہ آور شخص سے کی جو شہادت کا طالب ہے؟

حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے چونکہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی مدد میں مشغول ہوئے اور اپنے اہل وعیال اور مال سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور اپنی ذات کی اصلاح کے لئے کوئی اقدام نہ کیا۔ یہاں تک کہ ہماری زندگی کے امور درہم برہم ہو گئے تو اس کے بعد ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہم اپنی زندگی اور مال کی اصلاح کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے دوری اختیار نہ کریں۔

لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم رسول خداؐ کی مدد سے گریز کریں اور گھر میں بیٹھے رہیں۔ (تو یہ ہلاکت ہے)۔

سید ابن طاؤس کہتے ہیں: شاید کچھ کوتاہ نظر جو شہادت کی عظیم سعادت سے ناواقف ہیں یہ خیال کریں کہ خداوند متعال ایسی حالت کہ جس میں انسان اپنے آپ کو خطرے میں ڈالے پسند نہیں کرتا۔ کیا ان کوتاہ نظر افراد نے قرآن حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ جس میں خداوند متعال حکم فرما رہا ہے کہ ایک گروہ اپنے آپ کو قتل کرنے اپنے ہاتھوں سے ہی بدبختی اور ہلاکت کی طرف گئے ہیں۔ اور خداوند کریم کو اپنے اوپر غضبناک کیا، جس کا ہم نے خیال کیا ہے یہ آیت اس کی مخالفت کرتی ہے۔ ہم نے کہا کہ گھر میں بیٹھے رہیں گے اور اسلام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ کریں گے۔ اور یہ آیت اسی شخص کے لئے نازل نہیں ہوئی کہ جو دشمن پر حملہ کرے۔ اور اپنے ساتھیوں کو دشمن کے ساتھ جنگ پر آمادہ بھی کرے یا شہادت اور آخرت کا اجر پانے کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کرے، اور ہم نے کتاب کے مقدمہ میں کہا ہے کہ خدا کے اولیاء راہ حق میں تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے نہیں ڈرتے۔ اور وہ مطالب کہ جنہیں ہم اس کتاب میں نقل کر رہے ہیں وہ اس موضوع کے حقائق پر پڑے پردوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔

مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی

علماء محدثین امام حسین علیہ السلام کی ولید بن عتبہ اور مروان کے ساتھ ملاقات کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں کہ اس رات کی صبح ۳ شعبان ۶۰ھ کی تھی امام حسین علیہ السلام مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بقیہ ماہ شعبان، رمضان، شوال اور ذیقعدہ مکہ میں رہے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر امامؑ کی خدمت اقدس میں مشرف ہوئے اور عرض کیا: آپؑ مکہ میں ہی رہیں۔ امامؑ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو امر فرمایا

ہے میں اسے انجام دوں۔ ابن عباس امام حسین علیہ السلام کے گھر سے باہر آئے اور راستہ میں کہہ رہے تھے کہ وا حسیناہ! اس کے بعد عبداللہ بن عمر امامؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: آپ کے لئے بہتر ہے کہ آپ ان گمراہ لوگوں کی اصلاح فرمائیں اوران کے ساتھ جنگ نہ کریں۔

امامؑ نے فرمایا: مگر تم نہیں جانتے کہ یہ دنیا کی پستی تھی کہ حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کے سر کو بنی اسرائیل کی ایک زنا کار عورت کے سامنے بطور ہدیہ پیش کیا گیا کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ستر (۷۰) پیغمبروں کو قتل کرنے کے بعد اپنے معاملات میں اسی طرح سے مشغول ہو جاتے تھے کہ گویا کوئی ظلم ہی انجام نہ دیا ہو۔ لیکن خداوند متعال نے انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کی، بلکہ انہیں مہلت دی اور اس مہلت کے گزرنے کے بعد ان سے سخت انتقام لیا۔

[اے عبداللہ! خداوند کریم کے غیظ وغضب سے ڈرو! اور میری نصرت کرنے میں کوتاہی نہ کرو]۔

اہل کوفہ کی امام حسین علیہ السلام کو دعوت

اہل کوفہ نے جب امام حسین علیہ السلام کی مکہ میں تشریف آوری اور یزید کی بیعت سے انکار کرنے کی خبر سنی۔ تو انہوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر پر اجتماع کیا۔ اس اجتماع میں سلیمان بن صرد اس طرح مخاطب ہوئے۔

اے شیعو! تم نے سنا کہ معاویہ ہلاک ہوگیا۔ اوراس کا بیٹا یزید اس کا جانشین بنا اور نیز یہ بھی تم جانتے ہو کہ حسین بن علی علیہ السلام نے اس کی مخالفت کی ہے اور بنی امیہ کے ستم کاروں کے شر سے بچنے کے لئے خانۂ خدا میں پناہ لے رکھی ہے۔ تم ان کے والد

گرامی کے شیعہ ہو۔ اور آج امام حسین علیہ السلام تمہاری نصرت کے نیاز مند ہیں۔ اگر تم ان کی مدد کرنے اور ان کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اپنی آمادگی کا اظہار کرو، اور امامؑ کو خط کے ذریعہ اطلاع دو۔ اگر تم ڈرتے ہو کہ تمہارے اندر سستی و غفلت پیدا ہوگی تو انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور انہیں فریب نہ دو۔ اس کے بعد انہوں نے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بخدمت امام حسین بن علی علیہما السلام

سلیمان بن صرد خزاعی، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر، عبد اللہ بن وائل اور ان کے بعض مؤمنین و شیعوں کی طرف سے۔

سلام کے بعد ہم خداوند کریم کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے والد گرامی کے دشمن کو ہلاک کیا۔ وہ ایک ایسا ظالم خونخوار شخص تھا کہ جس نے امت مسلمہ کی حکومت پر ظلم و ستم کے ساتھ قبضہ کیا، مسلمانوں کے بیت المال کو غصب کر لیا اور ان کی رضامندی کے بغیر حاکم بن بیٹھا۔ اور نیک لوگوں کو تہہ تیغ کیا۔ اور فاسق و فاجر لوگوں کو چھوڑ دیا۔ اور خداوند کریم کے مال کو جابروں اور سرکشوں کے لئے وقف کر دیا وہ خدا کی رحمت سے دور ہو، جس طرح قوم ثمود دور ہوئی۔ اور ہمارا اس وقت آپ کے سوا اور کوئی امام و پیشوا نہیں ہے۔ اور یہ بہت مناسب ہے کہ آپ قدم رنجہ فرما ہوں اور ہمارے شہر میں تشریف لے آئیں۔

امید ہے کہ خداوند کریم آپ کے وسیلہ سے ہمیں راہ سعادت کی راہنمائی فرمائے گا۔ اس وقت کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر قصر دار الامارہ میں ہے۔ لیکن ہم نمازِ جمعہ اور نمازِ پنجگانہ میں حاضر نہیں ہوتے۔ اور نماز عید کے لئے بھی اقتداء نہیں کرتے۔ اگر ہم

اس بات سے باخبر ہو جائیں کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لا رہے ہیں تو اسے ہم کوفہ سے نکال کر شام کی طرف روانہ کر دیں گے۔

اے پیغمبر کے فرزند! آپ پر اور آپ کے والد بزرگوار پر ہمارا سلام۔

﴿وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ﴾

خط لکھنے کے بعد اسے بھیج دیا۔ پھر دو دن کے بعد امام حسین علیہ السلام کی طرف ڈیڑھ سو کے قریب خطوط روانہ کئے کہ جن میں ایک، دو یا تین یا چار افراد کے دستخط تھے۔ تمام خطوط میں امام حسین علیہ السلام کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے باوجود ان تمام خطوط کے پہنچنے کے کسی ایک کا بھی جواب تحریر نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک دن چھ سو خط پہنچے اور اس کے علاوہ اور بھی خطوط متواتر پہنچتے رہے، یہاں تک کہ ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔

اس کے بعد اہل کوفہ کی طرف سے آخری خط ہانی بن عروہ، سعید بن عبداللہ حنفی کے توسط سے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

بخدمت حسین بن علیؑ، ان کے والد امیر المومنینؑ کے شیعوں کی طرف سے

بعد از سلام! عرض ہے کہ ہم لوگ آپؑ کے منتظر ہیں، آپؑ کے سوا کسی اور کو نہیں چاہتے۔ یا بن رسول اللہؐ! جلد سے جلد ہماری طرف تشریف لائیں۔ کیونکہ باغ سرسبز و شاداب ہو چکے ہیں۔ پھل پک چکے ہیں۔ اور ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہے۔ اور سبز پتوں نے درختوں کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا ہے۔ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں تو آپ اپنے لئے ایک تیار اور آمادہ فوج پائیں گے۔ ﴿والسلام علیک و رحمة الله وبرکاته و علی ابیک من قبلک﴾۔

اس دوران جن دو افراد نے یہ خط امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچایا تھا ان سے امامؑ نے پوچھا: کہ یہ خط کن لوگوں نے لکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یابن رسول اللہؐ! بھیجنے والوں میں سے شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن اویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج اور محمد بن عمر بن عطارد ہیں۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

مسلمؑ کی روانگی کے وقت امام حسین علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے رکن و مقام کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی اور خداوند سے اس موضوع کے بارے میں خیر کی درخواست کی۔ اس کے بعد مسلم بن عقیل کو طلب فرمایا، اور انہیں تمام کام کی نوعیت سے آگاہ فرمایا اور لوگوں کے خطوط کا جواب لکھ کر مسلم کے توسط سے روانہ فرمایا، اور اس خط میں ان کی درخواست کو قبول کرنے کا وعدہ کیا اور اس میں لکھا تھا:

میں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں تا کہ تمہارے مقصد و ہدف کو جان کر مجھے آگاہ کریں۔

مسلم خط لے کر کوفہ آئے۔ اہل کوفہ امام حسین علیہ السلام کے خط اور مسلم کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ اور انہیں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر پر مہمان ٹھہرایا۔ شیعہ جوق در جوق مسلم کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ اور جو گروہ بھی ان کے پاس آتا وہ انہیں امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھ کر سناتے تھے۔ اور خوشی سے ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہوتے تھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ابن زیاد کا والی کوفہ بننا

عبداللہ بن مسلم باہلی، عمارہ بن ولید اور عمر بن سعد نے یزید کو خط لکھا۔ اور اسے مسلم کے کوفہ آنے کی خبر دی۔ اور تقاضا کیا کہ نعمان بن بشیر کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے کسی اور شخص کو حاکم بنایا جائے۔

یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو جو کہ اس وقت حاکم بصرہ تھا خط لکھا۔ اور بصرہ کی حکومت کے علاوہ کوفہ کی حکومت بھی اس کے سپرد کی۔ اور مسلم اور حسین علیہ السلام کے حالات کے متعلق خط میں لکھا اور تاکید کے ساتھ یہ حکم دیا کہ مسلم کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ ابن زیاد خط پڑھنے کے بعد فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے بصرہ کے بزرگان من جملہ یزید بن مسعود نھشلی اور منذر بن جارود عبدی کو خط لکھا تھا۔ اور اس خط میں انہیں اپنی امداد اور اپنے اوامر کی اطاعت کے پاس بھیجا تھا۔ یزید بن مسعود نے قبیلہ بنی تمیم، قبیلہ بنی حنظلہ اور بنی سعد کو جمع کیا۔ اور انہیں مخاطب کر کے کہا: اے بنی تمیم! تمہاری نظر میں میرا مقام اور میرا حسب ونسب کیسا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: خدا کی قسم تم بہت بلند و نیک مقام رکھتے ہو، اور قبیلہ کے قیام کا وجود تمہارے ہی دم سے ہے اور اس کا افتخار تمہارے ہی ساتھ مخصوص ہے۔ تم ہم تمام لوگوں سے شریف تر اور زیادہ مقدم ہو۔ اس پر اس نے کہا: میں نے تم کو ایک مقصد کے لئے یہاں بلایا ہے تاکہ تم سے مشورہ کروں اور مدد لوں۔

انہوں نے کہا: خدا کی قسم آپ کو مشورہ دینے میں کنجوسی سے کام نہیں لیں گے۔ اور اپنی آراء کو پیش کریں گے۔ اب تم اپنے مقصد کو بیان کرو کہ ہم سنیں۔

اس نے کہا: اے بنی تمیم جان لو کہ معاویہ مر گیا اور خدا کی قسم اس کی موت پست و بے قیمت ہے۔ کہ جس کا کوئی افسوس نہیں اور جان لو!

کہ اس کی موت سے ظلم وستم کا خاتمہ ہو گیا، معاویہ نے لوگوں سے بیعت لی تا کہ اپنے بیٹے یزید کو حکمرانی سپرد کرے اور اس کو محکم واستوار بنائے لیکن بعید ہے کہ اس طرح ہو۔ خدا کی قسم اس نے بڑی جدوجہد کی، لیکن یہ کوشش ناکام رہی۔ اس نے اپنے مکار دوستوں سے مشورہ کیا لیکن ذلیل وخوار ہوا۔

اس وقت اس کا بیٹا شرابی و بدکردار یزید اس کی جگہ پر بیٹھا ہے اور مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اور بغیر ان کی رضامندی کے اپنے آپ کو ان کا امیر جانتا ہے۔ جبکہ اس کا حلم و بردباری بہت کم اور اس میں دانشمندی نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اور راہِ حق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ تو وہ کس طرح امت کی باگ دوڑ سنبھال سکتا ہے؟

﴿فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ قَسَمًا مَبْرُوْرًا لَجِهَادُهُ عَلَى الدِّيْنِ اَفْضَلُ مِنْ جِهَادِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ جس طرح قسم اٹھانے کا حق ہے دین کی حفاظت کے لئے یزید سے جنگ کرنا مشرکین سے جنگ کرنے سے بہتر ہے۔ لیکن حسین بن علی علیہ السلام وہ شخصیت ہیں کہ جو تمہارے پیغمبرؐ کے نواسے، شریف، بلند نسب اور خیر خواہ ہیں، ان کی فضیلت قابل تعریف اور وہ علم کے بحرِ بے کراں ہیں۔ وہ خلافت کے حقدار ہیں، کیونکہ ان کا ماضی اسلام میں سب سے زیادہ درخشاں ہے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے ان کی قرابت سب پر عیاں ہے۔ ان کے اخلاقِ حسنہ کا یہ عالم ہے کہ چھوٹوں کے ساتھ مہربان اور بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

وہ ایک بہترین رہنما و امام ہیں کہ جن کے وسیلے سے خدا نے تم پر اپنی حجت کو تمام کیا اور راہِ سعادت کی طرف تمہاری ہدایت کی ہے، لہٰذا تم اپنی نگاہوں کو نورِ حق سے نہ پھیرنا۔

صخر بن قیس نے جنگ جمل میں تمہارے دامن کو ننگ و عار کے داغ سے داغدار کر دیا، لیکن آج تم پیغمبر اسلام ﷺ کے فرزند کی نصرت کر کے اس ننگ و عار کے داغ کو دھو سکتے ہو۔ خدا کی قسم جو لوگ ان کی نصرت میں کوتاہی کریں گے خداوند کریم اس کی اولاد کو ذلیل اور اسی کے خاندان کو کم کرے گا۔ جان لو! کہ میں نے جنگی لباس زیب تن کر لیا اور زرہ کو باندھ لیا ہے۔ جان لو! کہ جو قتل نہ ہوا اسے موت تو ضرور آنا ہی ہے، اور اس سے انسان کو نجات نہیں مل سکتی۔

خدا تمہاری مغفرت کرے اور میری ان باتوں کا مثبت جواب دو۔

بنی حنظلہ نے کہا: اے ابو خالد!

ہم تمہاری کمان کے تیر کی مانند ہیں تم جس نشان پر پھینکو گے نشانہ خطا نہیں ہوگا۔ ہم تمہارے کاروان کے ایسے شہسوار اور سپاہی ہیں کہ جس جنگ میں بھی بھیجو گے، فتح و نصرت کا سہرا تمہارے سر ہوگا۔ خدا کی قسم تم جیسے بھی خطرناک راستہ چلو گے، ہم تمہارے ساتھ چلیں گے۔ اور ہر وہ سختی کہ جس کا تمہیں سامنا کرنا پڑے ہم بھی اس کا سامنا کریں گے۔ خدا کی قسم! ہم تلواروں کے ساتھ تمہاری مدد اور اپنے جسموں کے ساتھ تمہاری حفاظت کریں گے جو بھی تم چاہتے ہو وہ اقدام کرو۔

اس کے بعد بنی سعد کے لوگوں نے جواب دیا اور کہا: اے ابو خالد! آپ کی رائے کی مخالفت ہمارے نزدیک سب سے زیادہ پسند ہے، لیکن صخر بن قیس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم جنگ نہ کریں۔ اور ہم نے اسے ہی شائستہ جانتے ہوئے جنگ نہیں کی اور

عزت سے رہ رہے ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہمیں مشورہ کی مہلت دو تا کہ ہم آپ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر سکیں۔ اس کے بعد بنی تمیم کہنے لگے: اے ابو خالد!

ہم نے تمہارے اور تمہارے (قبیلہ) کے ساتھ عہد کر رکھا ہے کہ جس پر تم حملہ آور ہو گے ہم اس پر حملہ کریں گے۔ اور سفر میں تمہارے ساتھ چلیں گے۔ تمہارا حکم سر آنکھوں پر ہے۔ تم پکارو! ہم لبیک کہیں گے اور حکم دو تا کہ اس کی اطاعت کریں۔ یزید بن مسعود نے بنی سعد کو مخاطب کر کے کہا: اے قبیلہ بنی سعد خدا کی قسم! اگر تم حسین علیہ السلام کی مدد نہ کرو گے تو خداوند کریم تمہارے درمیان فتنہ وفساد اور قتل و غارت گری کو کبھی بھی ختم نہیں کرے گا۔ اور تم ہمیشہ آپس میں دست بگریباں رہو گے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے پاس یوں خط لکھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امابعد! آپ کے خط کی زیارت ہوئی کہ جس میں آپ نے مجھے اپنی نصرت کے لئے پکارا ہے۔ تا کہ میں آپ کی اطاعت سے بہرہ مند ہوں اور آپ کی نصرت کے وسیلہ سے مجھے نجات نصیب ہو۔ یہ یقینی امر ہے کہ آپ ہی لوگوں پر خدا کی حجت ہیں اور اہل جہاں میں اس کی امانت ہیں......

آپ شجرہ طیبہ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ کے ثمر ہیں، جس کی اصل حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں اور آپ اس کی شاخ ہیں۔ آپؑ ہماری طرف تشریف لے آئیں، آپ کا آنا ہمارے لئے نیک شگون ہوگا۔ کیونکہ ہم نے بنی تمیم کو آپ کی نصرت کے لئے اس طرح سے تیار اور آمادہ کر لیا ہے۔ اور ان کا اشتیاق آپ کی نصرت کے لئے اس قدر بڑھ چکا ہے کہ جیسے شدید پیاسے اونٹ پانی کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لیتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور یزید بن مسعود کے حق میں

دعائے خیر فرمائی کہ خداوند کریم تم کو قیامت کی وحشت و ہولناکی سے اپنی امان میں رکھے۔ اور تمہیں اپنا قرب نصیب فرمائے۔ اور جس دن پیاس غلبہ کرے گی آپ کو سیراب فرمائے۔

یزید بن مسعود جو کہ خط لکھنے والا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے آمادہ ہو کر روانہ ہوا۔ لیکن بصرہ سے روانگی کے بعد اس نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی۔ یہ المناک خبر سن کر اس نے بہت گریہ وزاری کی اور بہت زیادہ غمگین ہوا۔

یزید بن مسعود کی امام حسین علیہ السلام کے خط کے مقابل اس طرح کی حالت ظاہر تھی، لیکن منذر بن جارود کہ جس کی بیٹی (بحریہ) ابن زیاد کی بیوی تھی۔ جب اس نے امام حسین علیہ السلام کا خط دیکھا تو اس خوف سے کہ یہ ابن زیاد کی چال نہ ہو اس نے خط اور نامہ رساں کو ابن زیاد کے سپرد کر دیا۔ ابن زیاد نے فوراً اس قاصد کو سولی پر چڑھا دیا اور منبر پر خطاب کیا۔ اہل بصرہ کو اپنی مخالفت اور بغاوت کرنے سے خبردار کیا۔ اس نے وہ رات بصرہ میں ہی گزاری۔

علی الصبح اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا نائب بنا کر کوفہ روانہ ہو گیا۔ جیسے ہی کوفہ کے نزدیک پہنچا تو وہاں رُکا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ رات کے پہلے حصہ میں وہ کوفہ میں داخل ہوا۔ چونکہ رات اندھیری تھی، لہٰذا اہل کوفہ نے خیال کیا کہ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ بنابرایں وہ امامؑ کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ جیسے ہی اس کے نزدیک گئے۔ اور اس کے شناخت کی تو معلوم ہوا کہ ابن زیاد ہے تو اس کے پاس سے متفرق ہو گئے۔ اور وہ بھی دار الامارہ میں داخل ہو گیا۔ اور یوں ہی رات تمام ہوئی۔

علی الصبح ابن زیاد دار الامارہ سے باہر آیا۔ اور منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ لوگوں کو

یزید کی مخالفت سے ڈرایا اور اس کی اطاعت کرنے پر انعام کا وعدہ کیا۔

مسلمؑ ہانیؓ کی پناہ میں

مسلم بن عقیل نے جب یہ خبر سنی تو خوف زدہ ہوئے کہ کہیں ابن زیاد کو آپ کے کوفہ میں موجود ہونے کی خبر نہ ہو جائے اور وہ آپ کے لئے باعث زحمت نہ ہو۔ اسی وجہ سے آپ نے مختارؒ کے گھر کو چھوڑ دیا اور ہانی بن عروہ کے گھر پناہ لی۔ اس کے بعد شیعہ ہانی کے گھر پر کثرت سے آنے جانے لگے۔ ابن زیاد نے اپنے جاسوس لگا رکھے تھے کہ وہ مسلم کی جائے پناہ کا پتہ لگا سکیں۔ جیسے ہی اسے علم ہوا کہ مسلمؑ ہانیؓ کے گھر میں پناہ لیے ہوئے ہے تو اس نے محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ اور عمرو ابن حجاج کو طلب کیا اور کہا: کیوں ہانی میرے دیدار کے لئے نہیں آئے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: میں نے سنا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گئے ہیں۔ اور اپنے مہمان سرا میں بیٹھتے ہیں۔ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ وہ بیمار ہیں تو میں ان کی عیادت کے لئے جاؤں۔ لیکن تم لوگ جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ وہ ہمارے حق کو ضائع نہ کرے اور ہماری ملاقات کے لئے آئے۔

وہ تین افراد رات کے وقت ہانی کے گھر گئے۔ تو انہوں نے اس سے کہا کہ تم امیر کی ملاقات کے لئے نہیں آئے؟ بہرصورت اس نے تمہاری احوال پرسی کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر مجھے ان کے مریض ہونے کا علم ہو جائے تو میں اس کی عیادت کے لئے جاؤں۔ ہانی نے کہا: بیماری ہی میرے نہ آنے کی وجہ تھی۔ تو انہوں نے کہا ابن زیاد کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ اپنے مہمان سرا پر بیٹھتے ہیں اور اس کی ملاقات کے لئے نہیں آئے۔ وہ ناراض ہو رہا ہے۔ آپ جیسی مقدس شخصیت جو اپنے قبیلے کے سردار ہیں اس کا اس طرح

لاپرواہی کا برتاؤ کرنا اس کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ سوار ہو کر اس کی ملاقات کو چلیں۔ تو ہانیؓ نے اپنا لباس بدلا اور خچر پر سوار ہو کر ان کے ہمراہ ہو لئے۔ جیسے ہی وہ دار الامارہ کے نزدیک پہنچے تو ایسا محسوس کیا کہ جیسے کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہو۔ اس خوف کی بناء پر اس نے حسان بن خارجہ سے پوچھا: اے بھتیجے! خدا کی قسم میں اس مرد (ابن زیاد) سے خائف ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا: اے چچا جان! خدا کی قسم مجھے آپ کے بارے میں کوئی خوف نہیں ہے۔ آپ یہ فکر اپنے ذہن سے نکال دیں۔ لیکن حسان کو یہ علم نہیں تھا کہ ابن زیاد نے ہانیؓ کو کس لئے طلب کیا ہے۔ ہانیؓ اپنے ہمرائیوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس پہونچے۔ جب عبید اللہ کی نگاہ ہانیؓ پر پڑی تو اس نے کہا: وہ شخص کہ جو تمہارے ساتھ خیانت کر رہا ہے وہ خود تمہارے پاس آ گیا ہے، پھر اس نے شریح کی طرف رخ کیا جو کہ اس کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہانیؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمرو بن معدی کرب زبیدی کا یہ شعر پڑھا:

أُرِيْدُ حَيَاتَهُ وَ يُرِيْدُ قَتْلِيْ غَدِيْرُكَ مِنْ خَلِيْلِكَ عَنْ مُرَاد

ابن زیاد کا ہانیؓ کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد اور شعر پڑھنے کی غرض یہ تھی کہ میں تو ہانیؓ کی زندگی چاہتا ہوں، لیکن وہ اپنے گھر میں میرے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔

ہانیؓ نے کہا: اے امیر آپ کی اس بات کا کیا مقصد ہے؟

کہا: اے ہانیؓ خاموش رہو! یہ کیسے اقدامات ہیں کہ جو تم اپنے گھر میں بیٹھ کر امیر المؤمنین اور مسلمانوں کے خلاف انجام دے رہے ہو؟ مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں بٹھا رکھا ہے اور اپنے گھر کے ارد گرد اس کے لئے اسلحہ اور جنگی سپاہی جمع کر رکھے ہیں، اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں اس سے بے خبر ہوں؟

ہانیؓ نے جواب دیا: میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ ابن زیاد نے کہا: تم نے ایسا

کیا ہے! دوبارہ ہانیؓ نے کہا: میں نے یہ کام نہیں کیا۔ ابن زیاد نے کہا: میرے غلام معقل کو میرے پاس بلاؤ۔ معقل ابن زیاد کا جاسوس تھا جو کہ مسلم اور ان کے ساتھیوں کے متعلق خبریں دیتا اور ان کے رازوں کو حاصل کرتا تھا۔ معقل آیا اور ابن زیاد کے قریب کھڑا ہوگیا۔ ہانیؓ کی نظر جب اس پر پڑی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ جاسوس تھا۔

ہانیؓ نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم میں نے مسلم کو اپنے گھر پر دعوت نہیں دی۔ وہ خود پناہ لینے کے لئے آئے تو میں نے بھی ان کو رد نہ کیا اور انہیں پناہ دی۔ اس وجہ سے میرا یہ وظیفہ ہے کہ میں ان کی حفاظت کروں اور ان کو اپنا مہمان رکھوں۔ اور اب جب کہ تم اس سے آگاہ ہو گئے ہو تو مجھے اجازت دو تا کہ میں ان سے کہوں کہ وہ میرا گھر چھوڑ دیں اور جہاں چاہیں چلے جائیں۔ تا کہ میں اپنی ضیافت کے وظیفہ سے بری الذمہ ہو جاؤں۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم جب تک تم مسلم کو ہمارے سامنے حاضر نہیں کرتے ہرگز یہاں سے نہیں جا سکتے۔ ہانیؓ نے جواب دیا: میں ہرگز ان کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ کیا اپنے مہمان کو تمہارے حوالے کروں تا کہ تم اسے قتل کر دو؟

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم تم کو اسے ضرور میرے حوالے کرنا پڑے گا۔ ہانیؓ نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ نہیں ہوسکتا۔

جب ان کے مابین گفتگو طویل ہوگئی تو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا: اے امیر مجھے اجازت دو تا کہ میں ہانیؓ سے تنہائی میں بات کروں۔ وہ کھڑا ہوا اور دار الامارہ میں ایک طرف لے گیا۔ ابن زیاد ان سے اتنا قریب تھا کہ ان کو دیکھ رہا تھا اور جو ان کے مابین گفتگو ہو رہی تھی اس کو سن رہا تھا۔ مسلم نے کہا: اے ہانی میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالو اور اپنے قبیلہ کو مصیبت میں مبتلا نہ کرو! خدا کی قسم میں تم

کو موت سے نجات دلاؤں گا۔ مسلم بن عقیلؑ ان لوگوں کے چچازاد بھائی ہیں یہ ان کو قتل نہیں کریں گے اور ان کو کسی قسم کا نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے۔ ان کو لے آؤ اور یہ کام ذلت و رسوائی کا باعث نہیں ہوگا۔ چونکہ آپ اس کو امیر کے حوالے کر رہے ہیں تو امیر کے حوالے کرنا کوئی عیب نہیں ہے۔

ہانیؓ نے کہا: خدا کی قسم یہ کام میرے لئے باعث رسوائی ہے۔ وہ شخص کہ جو میری پناہ میں ہے اور میرا مہمان ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کے فرزند کا نمائندہ ہے۔ میں اسے دشمن کے سپرد کیسے کر دوں؟ خدا کی قسم اگر کوئی بھی میری مدد نہ کرے اور میں تنہا رہ جاؤں تب بھی میں ان کو ابن زیاد کے حوالے نہ کروں گا، چاہے مجھے ان سے پہلے قتل کیا جائے۔

مسلم بن عمرو نے قسمیں دینا شروع کی لیکن ہانی کہتے رہے کہ خدا کی قسم میں ان کو ابن زیاد کے سپرد نہیں کروں گا۔ ابن زیاد نے یہ بات سنی تو کہا: اسے میرے قریب لے آؤ۔ ہانیؓ کو اس کے نزدیک لایا گیا تو اس نے کہا: خدا کی قسم تمہیں مسلم بن عقیل کو حاضر کرنا پڑے گا ورنہ تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا۔

ہانیؓ نے کہا: اگر تم ایسا کرو گے تو یاد رکھو کہ تم اپنے گھر کے اردگرد تلواریں دیکھو گے۔ ابن زیاد نے حقارت کے ساتھ کہا: تمہاری یہ جرأت ہمیں تلواروں سے ڈرانا چاہتے ہو۔ اور ہانیؓ یہ خیال کر رہے تھے کہ آپ کے قبیلے والے آپ کی آواز سن رہے ہیں۔ عبیداللہ نے کہا: اسے میرے نزدیک لاؤ۔ اس کے نزدیک لے گئے۔ تو اس نے چھڑی سے ہانیؓ کے منہ، ناک اور پیشانی پر مارنا شروع کیا۔ اور اس قدر ناک پر مارا کہ ٹوٹ گئی اور خون آپ کے لباس پر بہنا شروع ہوگیا۔ آپ کے چہرے اور پیشانی کا گوشت آپ کی داڑھی پر آویزاں ہونے لگا، یہاں تک کہ چھڑی بھی ٹوٹ گئی۔

ہانیؓ نے جھپٹ کر اس کے ایک سپاہی سے تلوار چھین لی، لیکن وہیں سے ہی ایک سپاہی نے ان کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور ابن زیاد نے بلند آواز میں پکارا: اسے گرفتار کرو۔ وہ ہانی کو گھسیٹتے ہوئے دار الامارہ کے ایک کمرہ میں لے گئے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ ابن زیاد کے حکم سے آپ کی حفاظت کے لئے کچھ سپاہی مقرر کر دیئے گئے۔

اسی وقت اسماء بن خارجہ یا (ایک قول کے مطابق) حسان بن اسماء اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: اے امیر تم نے ہم کو حکم دیا کہ ہانی کو تمہارے پاس لے آئیں اور جب ہم ان کو تمہارے پاس لائے تو تم نے ان کا منہ توڑ دیا۔ اور ان کی ڈاڑھی کو خون سے رنگین کر دیا۔ اور یہ گمان کرتے ہو کہ اس کو قتل کر دو گے؟ یہ سن کر ابن زیاد نے غضبناک ہو کر کہا کہ: تم بھی ہمارے پاس ہو اور پھر حکم دیا کہ اس کو اتنا مارو کہ یہ خاموش ہو جائے۔ پھر اس کو باندھ کر دار الامارہ کے ایک گوشہ میں قید کر دیا۔ جب انہوں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ گویا کہ اسے ہانیؓ کی وہ بات یاد آئی جو اس نے دار الامارہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تھی۔ جیسے ہی عمرو بن حجاج کہ جس کی بیٹی (رویحہ) ہانیؓ کی بیوی تھی۔ اسے ہانیؓ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو وہ اپنے تمام قبیلہ والوں کے ساتھ آئے اور دار الامارہ کا محاصرہ کر لیا اور آواز دی کہ میں عمرو بن حجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے بزرگان ہیں۔ ہم نے نہ تو بادشاہ کی اطاعت سے روگردانی کی ہے اور نہ مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہوئے ہیں، بلکہ سنا ہے کہ تم نے ہمارے قبیلہ کے سردار ہانیؓ کو قتل کر دیا ہے؟

ابن زیاد ان کے اس طرح اکھٹا ہونے اور ان کی گفتگو سے آگاہ ہوا تو اس نے قاضی شریح کو حکم دیا کہ جاؤ ہانی کو دیکھو اور اس کے قبیلے والوں کو ہانی کے زندہ ہونے کی

اطلاع دو۔ شریح گیا اور اس نے کہا کہ ہانی کو قتل نہیں کیا گیا۔ تو قبیلہ مذحج والے اس کی خبر پر راضی ہو کر واپس چلے گئے۔

مسلم بن عقیلؑ کا قیام

جب ہانیؒ کے قتل ہونے کی خبر مسلم بن عقیل کو پہنچی تو مسلم بن عقیل اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ جو کہ ان کی بیعت کر چکے تھے ابن زیاد سے جنگ کے لئے گھر سے باہر نکل آئے۔ ابن زیاد نے دارالامارہ میں پناہ لی اور اس کے دروازے بند کر دیئے۔ اور اس کے بعد ابن زیاد کے ساتھیوں اور مسلم بن عقیلؓ کے ساتھیوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ اور جو افراد جو ابن زیاد کے ساتھ دارالامارہ میں تھے دارالامارہ کی چھت پر گئے اور انہوں نے مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کو شام سے آنے والی فوجوں کی دھمکی دی۔ اس طرح جنگ لڑتے ہوئے رات ہوگئی۔ مسلم بن عقیل کے ساتھی رفتہ رفتہ منتشر ہونے لگے۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم کیوں خواہ مخواہ خود کو فتنہ کی آگ میں ڈالیں بہتر یہی ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔ اور مسلم اور ابن زیاد کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ خدا ان کے درمیان اصلاح کر دے۔ یہ کہہ کر تمام لوگ چلے گئے۔ دس افراد مسلم کے ساتھ رہ گئے۔

اس دوران مسلمؑ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آئے تو وہ دس آدمی بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ جب مسلم نے ایسی صورتِ حال دیکھی تو مسجد سے تنہا غریب الوطنی کی حالت میں باہر آئے اور کوفہ کی گلیوں میں چلنے لگے، چلتے چلتے طوعہ نامی عورت کے گھر کے دروازہ کے سامنے پہنچے اور اس سے پانی طلب کیا۔ تو وہ عورت پانی لائی۔ مسلمؑ نے پانی پیا، اس کے بعد مسلمؑ نے پناہ طلب کی۔ اس عورت نے اپنے گھر میں پناہ دے دی۔

لیکن اس کے بیٹے نے اس قضیہ کی خبر ابن زیاد تک پہنچا دی۔

عبیداللہ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو طلب کیا۔ اور اسے ایک لشکر کے ساتھ مسلمؑ کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا جب وہ لوگ اس عورت کے گھر کے قریب پہنچے اور مسلم نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی تو زرہ پہنی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان سے مقابلہ شروع کر دیا۔ اور ان کی کثیر تعداد کو ہلاک کیا۔ محمد بن اشعث نے بلند آواز سے کہا: اے مسلم! تم ہماری امان میں ہو۔

مسلمؑ نے کہا: دغاباز، فاسق و فاجر لوگوں کی امان کوئی امان نہیں ہوتی۔ اس کے بعد پھر جنگ لڑنے میں مشغول ہو گئے۔ اور رجز کے عنوان سے شاعر حمران بن مالک خثعمی کے اشعار پڑھے۔

ترجمہ:۔ خدا کی قسم میں مارا نہیں جاؤں گا مگر آزادی کی حالت میں۔ اگرچہ مجھے موت کا جام تلخی و سختی کے ساتھ ہی پینا پڑے۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے دھوکے سے گرفتار کیا جائے۔ اسی طرح میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کو کڑوے پانی کے ساتھ مخلوط کروں، ہر شخص کو ایک نہ ایک دن مشکل کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے، لیکن میں تم پر اپنی تلوار سے حملہ کروں گا۔ اور مجھے تم سے کسی قسم کے ضرر و نقصان کی پروا نہیں ہے۔

ابن زیاد کے لشکر نے بلند آواز سے پکار کر کہا: اے مسلم! محمد بن اشعث آپ سے جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ اور فریب نہیں دے رہا ہے۔ مسلمؑ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنا حملہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ تلواروں اور نیزوں کے زخموں کی کثرت سے جسم نڈھال ہو گیا۔ اور ایک کمینہ نے نیزہ کے ساتھ پشت سے حملہ کیا جس سے آپؑ گھوڑے کی زین سے زمین پر گر پڑے، اس وقت آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔

اشقیاء جب آپ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے تو مسلم نے اُسے سلام نہ کیا۔
ایک سپاہی نے کہا: امیر کو سلام کرو! مسلمؑ نے کہا: لعنت ہو تم پر، میرا یہ امیر نہیں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ تم سلام کرو یا نہ کرو، قتل ہونا ہی ہے۔ مسلم نے کہا: اگر تو مجھے قتل کرے گا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں، کیونکہ تم سے زیادہ ناپاک افراد نے مجھ سے زیادہ بہتر افراد کو قتل کیا ہے۔ اور اس سے پست بات یہ ہے کہ تم لوگوں کو بے غیرتی سے قتل کرتے ہو۔ اور دردناک طریقہ سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو۔ اور اپنی بے غیرتی کو ظاہر کرتے ہو۔ جب تم دشمن پر غلبہ پاتے ہو تو اس کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہو۔ تم ظلم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مکر و فریب میں کوئی تمہارا ثانی نہیں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: اے نافرمان فتنہ گر! تو نے اپنے امامؑ سے بغاوت کی ہے، اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کیا ہے۔

مسلمؑ نے کہا: اے ابن زیاد تو جھوٹ بولتا ہے۔ مسلمانوں کے اتحاد و وحدت کو معاویہ اور اسی کے بیٹے یزید نے تباہ و برباد کیا ہے۔ اور فتنہ کو تو تیرے باپ زیاد بن عبید نے ایجاد کیا ہے (عبید قبیلہ بنی علاج کا غلام تھا اور ان کا تعلق ثقیف سے تھا) مجھے امید ہے کہ خداوند مجھے شہادت نصیب فرمائے گا۔ اور یہ شہادت مجھے بدترین افراد کے ہاتھوں سے ملے گی۔ ابن زیاد نے کہا:

اے مسلم تو نے اقتدار کی ہوس میں یہ اقدام کیا، لیکن خدا نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں یہ مقام حاصل ہو، بلکہ وہ مقام اس کے اہل کے حوالہ کر دیا۔

مسلمؑ نے کہا: اے مرجانہ کے بیٹے! تمہاری نظر میں اس مقام کا حقدار کون تھا؟ اس نے کہا: یزید بن معاویہ۔ مسلمؑ نے کہا: الحمدللہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ خداوند عالم

ہمارے اور تمہارے درمیان حاکم ہو۔ ابن زیاد نے کہا: کیا تم بھی اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ اس خلافت میں تمہارا بھی کوئی حصہ ہے۔ مسلمؑ نے کہا: خدا کی قسم میرا خیال نہیں بلکہ میں یقین رکھتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا: اے مسلم مجھے بتاؤ تم کس مقصد کے لئے اس شہر میں آئے ہو کہ اس کے نظم ونسق کو درہم برہم کر دیا؟

مسلمؑ نے کہا: میں اختلاف اور شورش برپا کرنے کے لئے نہیں آیا۔ مگر چونکہ تم نے بُرے اعمال انجام دیئے اور نیک اعمال کو تباہ کیا اور لوگوں کی مرضی کے بغیر ان پر حاکم بن بیٹھے ہو اور انہیں حکم خدا کے خلاف حکم دیا۔ اور ان کے ساتھ ایران و روم کے بادشاہوں جیسا سلوک کیا، لہٰذا ہم آئے ہیں کہ لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دیں۔ بُرے کاموں سے روکیں۔ اور انہیں قرآن وسنت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع بنائیں اور ہم اس کام کے لئے سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

ابن زیاد نے یہ سن کر آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور حضرت علی اور حضرت امام حسن وحسین علیہم السلام کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

مسلمؑ نے کہا: تو اور تیرا باپ ان گالیوں کا زیادہ حقدار ہے۔

اے دشمن خدا! تو جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہے کر لے۔

حضرت مسلمؑ اور حضرت ہانیؓ کی شہادت

ابن زیاد نے بکر بن حمران کو حکم دیا کہ مسلم کو دارالامارہ کی چھت پر لے جائے اور اسے قتل کر دے۔ مسلم راستہ میں خدا کی تسبیح پڑھتے رہے اور خداوند سے مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ اور حضرت محمد وآل محمدؐ پر درود بھیجتے رہے۔ اور جب چھت پر پہنچے تو ظالم نے مسلم کے جسم سے سر کو جدا کر دیا، اوران کے جسد اطہر کو دارالامارہ کی چھت سے نیچے

پھینک دیا۔ ابن زیاد نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

تو اس قاتل نے جواب دیا کہ جب میں مسلمؑ کو قتل کر رہا تھا تو میں نے ایک سیاہ چہرے والے بدصورت مرد کو دیکھا جو میرے مدمقابل کھڑا تھا۔ اور اپنی انگلیوں کو اپنے دانتوں سے چبا رہا تھا۔ میں اس کو دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہو گیا ہوں کہ اس طرح میرا دل کبھی بھی خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔

ابن زیاد نے کہا: شاید مسلم کے قتل کرنے سے تم پر یہ وحشت طاری ہوگئی ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ہانی کو لایا جائے۔ ان کو قتل کرنے کے لئے ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔ تو اس دوران ہانیؓ کہہ رہے تھے: میرا قبیلہ کہاں اور میرے رشتہ دار کہاں ہیں؟ جلاد نے کہا: اپنی گردن آگے لاؤ۔ ہانیؓ نے کہا: خدا کی قسم میں اپنے قتل میں تیری مدد نہیں کر سکتا۔ ابن زیاد کے غلام رشید نے تلوار کے ذریعہ ہانیؓ کو قتل کر دیا۔

حضرت مسلمؑ اور ہانیؓ کی شہادت کے سلسلہ میں عبداللہ بن زہیر اسدی نے یہ مرثیہ پڑھا ہے۔ اس مرثیہ کے کہنے والے شاعر ایک قول کے مطابق فرزدق ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سلیمان حنفی ہیں۔

اشعار کا ترجمہ:۔ اے قبیلہ مذحج! اگر نہیں جانتے کہ موت کیا ہے تو کوفہ کے بازار میں مسلمؑ اور ہانیؓ کو دیکھنے کے لئے آؤ۔ ایک وہ مرد شجاع ہے کہ جس کے چہرہ کو تلواروں نے زخمی کیا اور دوسرے وہ مرد شجاع کہ جس کو قتل کرنے کے بعد قصر کی چھت سے نیچے گرا دیا گیا۔ ابن زیاد نے انہیں اسیر کیا اور دوسری صبح لوگوں کے لئے ایک داستان بن گیا۔ اور تم ایسے جسد کو دیکھو کہ موت نے جس کے رنگ کو متغیر کر دیا اور جس کا خون راستہ میں بہہ رہا ہے۔ ایسا جوانمرد جو باحیا عورتوں سے بھی زیادہ باحیا ہے۔ جو دو دھاری صیقل کی ہوئی تلوار سے بھی تیز کاٹنے والا ہے۔

کیا اسماء بن خارجہ جس نے ہانی کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ گھوڑے پر سوار ہو اور وہ قتل ہونے سے امان میں رہے؟ حالانکہ قبیلہ مذحج اس سے ہانیؓ کے خون کے طلب گار ہیں اس وقت قبیلہ مراد ہانیؓ کے اطراف چکر لگا رہے تھے اور ایک دوسرے سے اس کا حال پوچھ رہے تھے اور اس کے لئے فکر مند تھے۔

اے قبیلہ صراد! اگر تم اپنے بھائی ہانی کے خون کا بدلہ نہیں لیتے تو تمہاری مثال ان عورتوں کی ہے کہ جو کم پیسوں پر اپنی آبرو بیچنے پر تیار ہو جاتی ہیں۔

ابن زیاد نے مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہؓ کی شہادت کے بارے میں یزید کو خبر دی۔ چند دنوں کے بعد اس کا جواب آیا۔ جس میں اس نے ابن زیاد کے اس عمل کا شکریہ ادا کیا، اور لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) تمہاری طرف کوفہ آ رہے ہیں۔ لیکن اس وقت تمہیں چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور ان سے انتقام لو، اور اگر کسی کے بارے میں مخالفت کا وہم و خیال بھی ہے تو اسے فوراً زندان میں ڈال دو۔

امام حسین علیہ السلام کی عراق روانگی

امام حسین علیہ السلام ۳ ذی الحجہ بروز منگل اور ایک قول کے مطابق ہشتم ذی الحجہ بروز بدھ سنہ ۶۰ ہجری کو مسلمؑ کی شہادت سے پہلے مکہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ جس دن امام حسین علیہ السلام مکہ سے نکلے اسی دن مسلمؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ روایت میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق روانہ ہونے لگے تو آپؑ نے لوگوں کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ : خداوند کریم کی حمد و ثنا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود و سلام کے بعد

فرمایا: موت بنی آدمؑ کے لئے اسی طرح باعث زینت ہے جس طرح جوان عورت کے گلے میں ہار باعث زینت ہے۔ میں اپنے آباء واجداد کی زیارت کا شدت سے مشتاق ہوں، جس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے زیارت کے مشتاق تھے...... میرے قتل ہونے کی جگہ مشخص ہو چکی ہے۔ اور مجھے یقیناً وہاں پہنچنا ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگل کے بھوکے بھیڑیے نواویس اور کربلا کے درمیان میرے جسم کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے بھوکے پیٹوں کو بھر لیں۔ اور اپنی خالی جھولی کو اس سے پُر کر لیں۔ لکھی ہوئی تقدیر سے فرار ممکن نہیں اور خدا جس کام پر راضی ہوتا ہے ہم اہل بیتؑ بھی اس پر راضی ہوتے ہیں۔ اور جو خدا کی طرف سے بلا نازل ہوتی ہے ہم اس پر صبر وشکر کرتے ہیں۔ خداوند کریم ہمیں صبر کرنے والوں کا اجر عطا کرے گا۔

ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے جسم کے ٹکڑے ہیں۔ اور ان سے جدا نہیں ہیں اور جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے اور ہمارے وسیلہ سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اور خداوند کریم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرے گا۔ جو بھی ہمارے ساتھ خدا کے لئے قربان ہونے پر تیار ہے اور لقاء خداوند کا مشتاق ہے۔ وہ ہمارے ساتھ چلے۔ خداوند کریم کی مدد سے ہم کل صبح مکہ سے روانہ ہو جائیں گے۔

ابو جعفر بن محمد بن جریر طبری امامی اپنی کتاب (دلائل الامامہ) میں بسند خود روایت کرتے ہیں کہ ابو محمد واقدی اور زرارہ بن خلیج کہتے ہیں کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام سے عراق کی طرف روانہ ہونے سے پہلے ملاقات کی۔ اور ہم نے کوفیوں کی سستی کے بارے میں امام علیہ السلام کو آگاہ کیا اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، لیکن ان کی تلواریں آپ کو قتل کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ امام حسین علیہ السلام

نے اپنے دست مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور کثیر تعداد میں فرشتے کہ جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اس کے بعد فرمایا: اگر خداوند کریم کی مشیت نہ ہوتی کہ میرا بدن زمین کربلا کے قریب ہو، اور مجھے اپنی شہادت کے اجر کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں الٰہی لشکر کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کرتا، لیکن مجھے یقین ہے سوائے میرے بیٹے علی ابن حسین علیہ السلام کے میری اور میرے تمام ساتھیوں کی قتل گاہ کربلا ہے۔

معمر بن مثنّٰی اپنی کتاب (مقتل الحسین علیہ السلام) میں روایت نقل کرتے ہیں۔ جیسے ہی ترویہ کا دن آیا، عمر بن سعد بن ابی عاص اپنے کثیر تعداد لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا اس کو یزید نے مامور کیا تھا کہ اگر تم انہیں قتل کر سکتے ہو تو قتل کر دینا، اور اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرنا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام اسی دن مکہ سے روانہ ہو گئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح کو امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانگی کا ارادہ رکھتے تھے اسی رات محمد بن حنفیہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: بھائی جان آپ جانتے ہیں کہ کوفیوں نے آپ کے باپ اور بھائی کو فریب دیا۔ اور مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی کہیں وہی سلوک نہ کریں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو مکہ ہی میں رہ جائیں، کیونکہ آپ عزیز ترین افراد میں سے ہیں۔

تو امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یزید بن معاویہ مجھے ناگہان حرم خدا میں قتل نہ کرا دے۔ اور میرے قتل کی وجہ سے حرمت بیت اللہ پامال ہو جائے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا: اگر اس بات کا خوف ہے تو پھر آپ یمن کی طرف ہجرت کر جائیں، چونکہ وہاں آپ کی قدر دانی کرنے والے ہوں گے اور اس طرح آپ تک یزید کی رسائی بھی

نہ ہو سکے گی۔ یا آپ کسی صحرا یا جنگل میں چلے جائیں، اور وہیں پر رہیں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری اس تجویز پر غور و فکر کروں گا۔

کاروانِ حسینیؑ کی مکہ سے روانگی

آدھی رات کا وقت تھا کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانہ ہوئے اور جیسے ہی یہ خبر محمد بن حنفیہ کو ملی تو انہوں نے آ کر حضرتؑ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا: اے بھائی جان کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ میں اس بارے میں تأمل کروں گا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں، تو انہوں نے پوچھا: پھر آپؑ جانے میں کیوں اتنی جلدی سے کام لے رہے ہیں۔

تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے جانے کے بعد مجھے نانا رسولؐ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا: ﴿یَا حُسَیْنُ اُخْرُجْ اِلَی الْعِرَاقِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَاءَ اَنْ یَرَاکَ قَتِیْلاً﴾ اے حسین تم عراق کی طرف روانہ ہو جاؤ، اللہ کی مشیت اسی میں ہے کہ تم قتل کیے جاؤ۔

محمد حنفیہ نے کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ آپ جب قتل ہونے کے لئے جا رہے ہیں تو پھر حرم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو ہمراہ کیوں لے جا رہے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خبر دی ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَاءَ اَنْ یَرَاهُنَّ سَبَایَا﴾ کہ خدا کی مشیت اسی میں ہے کہ انہیں اسیر دیکھے، اس کے بعد محمد حنفیہؒ رخصت ہو کر چلے گئے۔

محمد بن یعقوب کلینیؒ اپنی کتاب ''رسائل'' میں حمزہ بن حمران سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک مجلس میں امام حسین علیہ السلام کی روانگی اور محمد بن حنفیہ کا ان کے ہمراہ نہ جانے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ جب کہ اس وقت مجلس میں امام

صادق علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اے حمزہ! تمہارے لئے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ اس کے بعد مجھ سے محمد بن حنفیہ کے بارے میں کوئی سوال نہ کرنا اور وہ حدیث یہ ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے ایک کاغذ طلب کیا اور اس پر لکھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے قبیلہ بنی ہاشم کے نام

امابعد: جو بھی میرے ساتھ چلے گا وہ شہید ہوگا اور جو میرے ہمراہ نہ جائے گا وہ کامیاب نہ ہوگا۔ والسلام،

فرشتوں کی امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے آمد

شیخ مفیدؒ محمد بن محمد بن نعمان اپنی کتاب ''مولد النبی و مولد الاوصیاء'' میں اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے ہجرت کی تو فرشتوں کی جماعتیں جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی نصرت کی تھی اس حالت میں کہ ان کے ہاتھوں میں اسلحہ تھا۔ اور بہشتی گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کے بعد عرض کی: اے حجت خدا! پروردگار عالم نے بہت سی جنگوں میں ہمارے توسط سے آپ کے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی نصرت کی۔ اب ہمیں آپ کی نصرت کے لئے بھیجا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرشتوں سے فرمایا: میری اور آپ کی وعدہ گاہ کربلا ہے میں اس جگہ قتل کیا جاؤں گا۔ جب میں کربلا پہنچوں گا تو اس وقت میرے پاس آنا۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم خدائے متعال کی طرف سے مأمور ہیں کہ آپ کے فرمان کی

اطاعت کریں۔ اگر آپ کو اپنے دشمن سے خوف ہے تو ہم آپ کی خدمت میں رہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب تک میں کربلا نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک وہ مجھے تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔

مؤمن جنات کا امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے آنا

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مؤمن جنات کے گروہ آئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے شیعہ اور آپ کا ساتھ دینے والے ہیں۔ جو بھی آپ چاہیں کہ وہ ہمیں حکم فرمائیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کر دیں اور آپ اپنے وطن میں ہی رہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا کی اور ان سے فرمایا: کیا تم نے قرآن کو نہیں پڑھا۔ جو میرے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لوگوں سے کہو اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو تو جس کے مقدر میں قتل کیا جانا لکھا ہے وہ ضرور اپنی قبروں تک پہنچ جائیں گے۔ تو امامؑ نے فرمایا: مدینہ میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بس اگر میں اپنے گھر میں رہوں تو ان اشقیاء کا امتحان اللہ تعالیٰ کس چیز سے لے گا۔ اور میری قبر میں کون جائے گا۔

درحقیقت جس دن خداوند متعال نے زمین کا فرش بچھایا تو اس نے سرزمین کربلا کو میرے لئے منتخب کیا۔ اور ہمارے شیعوں اور دوستوں کی پناہ گاہ قرار دیا۔ اور ان کے اعمال اور ان کی دعاؤں کو اس جگہ قبول فرمائے گا۔ ہمارے شیعہ وہاں پر آباد ہوں گے، اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں امان ہوگی۔ لیکن تم ہفتہ کے دن جو عاشورہ کا دن ہے میرے پاس آنا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے روز آنا کہ میں اس دن عصر کے وقت قتل کیا جاؤں گا۔ اور میرے رشتہ داروں اور بھائیوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ اور ہمارے سروں کو یزید کے پاس لے جایا جائے گا۔

اس دن میرے پاس آنا۔ تو جِنّوں نے عرض کیا: خدا کی قسم اگر آپ کے امر کی اطاعت ہم پر واجب نہ ہوتی تو آپ کی اجازت کے بغیر قبل اس کے کہ وہ آپ کو کوئی آزار پہنچائیں آپ کے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم ہم اس سے زیادہ انہیں قتل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، لیکن ہمارا مقصد ان پر اتمام حجت کرنا ہے۔ تاکہ جو بھی ہلاک ہوں وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہوں اور جو سعادت کو پہنچے وہ بھی دلیل کے ساتھ۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھا، یہاں تک کہ منزل تنعیم تک پہنچے، تو اس جگہ آپ کی ملاقات ایک قافلہ سے ہوئی کہ جو والی یمن بحیر بن یسار کی طرف سے یزید کے لئے ہدیہ لے جا رہے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کے امور کے حقیقی حاکم امام حسین علیہ السلام تھے، لہٰذا انہوں نے ان قافلہ والوں سے وہ ہدیہ لے لیا اور اونٹ کے مالکوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو بھی چاہے ہمارے ساتھ عراق تک چلے ہم اس کا کرایہ ادا کریں گے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے اور جو افراد واپس یمن جانا چاہتے ہیں ہم انہیں وہاں تک کا کرایہ دیں گے۔ ان میں سے بعض لوگ امام علیہ السلام کے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ بعض لوگ واپس چلے گئے اور پھر وہاں سے کوچ کر کے منزل ذات عراق پر پہنچے، تو اس مقام پر بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی جو عراق سے آ رہے تھے اور ان سے پوچھا کہ اہل عراق کی کیا خبر ہے؟ جواب دیا کہ ان کے دل آپ

کے ساتھ ہیں اوران کی تلواریں بنوامیہ کی مدد کریں گی۔

حضرت نے فرمایا: تم نے درست کہا خدا جو چاہتا ہے وہی انجام دیتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے اسی کا حکم کرتا ہے۔

قافلہ روانہ ہوا۔ دوپہر کے وقت مقام ثعلبیہ پر پہنچے، تو آپ کو نیند آ گئی۔ ایک لحظہ کے بعد بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں نے ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنا کہ آپ بہت جلدی سے جا رہے ہیں اور موت آپ کو بہشت کی طرف جلدی سے لے جا رہی۔ آپ کے فرزندارجمند علی اکبر علیہ السلام نے کہا: ﴿یَا اَبَةِ فَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ؟﴾ اے بابا جان کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں، خدا کی قسم ہم حق پر ہیں۔ تو علی اکبر علیہ السلام نے کہا: ﴿اِذَنْ لَا نُبَالِیْ بِالْمَوْتِ﴾ تو پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے نورِ عین! خدا تم کو جزائے خیر دے۔ اس رات آپؑ نے مقام ثعلبیہ ہی پر قیام کیا۔

امام حسین علیہ السلام کی اباھرہؒ سے ملاقات

اول صبح کے وقت ایک شخص کہ جس کی کنیت اباھرہ تھی، کوفہ سے آیا اور اس نے حضرت کی خدمت میں سلام کیا اور کہنے لگا: اے فرزند رسول خداؐ! کیا وجہ ہے کہ آپ نے حرم خدا اور اپنے جد کا حرم چھوڑا؟ حضرت نے فرمایا: اے اباھرہ!

بنی امیہ نے میرا مال لوٹا تو میں نے صبر کیا مجھے گالیاں دیں، میں نے برداشت کیا، لیکن اب وہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہاں سے ہجرت کی ہے۔ خدا کی قسم یہ افراد مجھے ضرور قتل کریں گے، لیکن خدا انہیں ذلیل و رسوا کرے گا اور تیز تلوار کے ساتھ ان سے انتقام لے گا۔ اور ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو ان کو قوم سبا سے

زیادہ ذلیل کرے گا جن پر ایک عورت کو مسلط کیا تھا۔ جوان کے خون اور اموال میں جیسا چاہتی تھی حکم کرتی تھی۔ یہ کہہ کر امامؑ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

زھیرؓ بن قین کی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرف یابی

قبیلہ بنی فرارہ اور قبیلہ بنی بجیلہ کے بعض لوگوں نے نقل کیا ہے: ہم زھیر بن قین کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔ اور امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اتفاقاً امامؑ کے قافلہ سے ملاقات ہوگئی، لیکن چونکہ زھیر نہیں چاہتے تھے کہ وہ امامؑ سے ملاقات کریں، لہٰذا جس جگہ بھی امام قیام کرتے تو ہم لوگ ان سے کچھ دور قیام کرتے۔

یہاں تک کہ ایک روز ایسا آیا کہ ایک ہی جگہ پر جہاں پر امام حسین علیہ السلام رکے، ہمیں بھی مجبوراً رکنا پڑا۔ چنانچہ جس وقت ہم کھانا کھانے میں مصروف تھے تو ایک شخص امام حسین علیہ السلام کی طرف سے آیا، سلام کہا اور کہنے لگا کہ اے زھیر بن قین مجھے امام حسین علیہ السلام نے بھیجا ہے کہ تمہیں بلا لاؤں۔ امام علیہ السلام کا یہ پیغام سنتے ہی ہم سب کے ہاتھوں سے لقمے گر پڑے اور ہم لوگ گہری فکر میں ڈوب گئے۔ گویا کہ سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں۔

زھیر کی زوجہ (دیلم بنت عمرو) نے کہا: سبحان اللہ! تعجب ہے تم پر کہ فرزند رسولؐ تمہیں بلائیں اور تم نہ جاؤ؟ اگر جا کر ان کی باتیں سن لو گے تو کیا ہو جائے گا؟ زھیر بن قین اپنی جگہ سے اٹھے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے، چند لحظوں کے بعد وہ پُرمسرت چہرہ کے ساتھ واپس لوٹے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے اپنے خیموں کو اکھاڑ کر امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے نزدیک نصب کر دو اور اپنی

زوجہ سے کہا: میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ اس لئے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے تجھے مصیبتیں اٹھانا پڑیں۔ میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ امامؑ کے ساتھ رہوں گا اور اپنی جان ان پر نثار کروں گا۔

اس کے بعد اپنی زوجہ کا مال و متاع اس کے سپرد کر دیا، اور اسے اس کے چچازاد بھائیوں کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اسے اس کے اقربا تک پہنچا دیں۔ زوجہ زہیر کے نزدیک آئی اور رونے لگی اور اس سے الوداع کرتے ہوئے کہا: خدا تمہارا مددگار ہو، اور تجھے سعادت نصیب فرمائے۔ اور کہا: اے زہیر! میری آرزو ہے کہ جب تم روز قیامت امام حسین علیہ السلام کے جد بزرگوارؐ سے ملاقات کرو تو مجھے بھی یاد کرنا۔ اس کے بعد زہیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: جو بھی میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے میرے ساتھ چلے، ورنہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔

امام حسین علیہ السلام اس مقام سے مقام زبالہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر شہادتِ مسلمؑ سے باخبر ہوئے۔ حضرتؑ کے اصحاب بھی اس خبر سے مطلع ہوئے اور وہ افراد جو امامؑ کے ہمراہ دنیاوی ریاست و طمع کی خاطر آرہے تھے وہ امامؑ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور حضرت کے اہل بیتؑ اور باوفا اصحاب ان کے ہمراہ ہی رہے۔ چنانچہ مسلمؑ کی شہادت پر امامؑ اور ان کے اہل بیتؑ و اصحاب گریہ وزاری کرنے لگے، آنکھوں سے اشک جاری تھے، لیکن امام حسین علیہ السلام نے شوقِ شہادت میں اپنے سفر کو جاری رکھا۔

فرزدق شاعر دورانِ سفر امام علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہوئے، عرض کی: اے فرزند رسول خداؐ! جن لوگوں نے مسلم بن عقیل اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا ہے۔ ان پر آپ کیسے اعتماد کر رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے رو کر فرمایا: خدا مسلم کی مغفرت کرے کہ جنہوں نے زندگی جاوید پائی، خداوند کے رزق سے مالا مال ہوئے اور بہشت

میں داخل ہوئے۔ انہوں نے خداوند کریم کی خوشنودی پائی اور اپنے وظیفہ کو انجام دے دیا، لیکن میں نے ابھی اپنا وظیفہ انجام نہیں دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اشعار پڑھے۔

ترجمہ: (۱) اگر دنیا کو نفیس و با قیمت شمار کیا جائے تو یہ مسلم ہے کہ خداوند کریم کا اجر وثواب اس سے بلند و برتر ہوگا۔

(۲) اگر جسموں کو مرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہو تو مرد کے لئے تلوار سے راہِ خدا میں قتل ہو جانا افضل ہے۔

(۳) جب کہ انسان کی روزی کو تقسیم اور مقدر کر دیا گیا ہے تو مرد کا روزی کے لئے کم حریص ہونا اچھا ہے۔

(۴) اور اگر مال کا جمع کرنا چھوڑ جانے کے لئے ہے تو انسان اس شئ میں کنجوسی کیوں کرے کہ جس کو چھوڑ کر جانا ہے۔

شہادت قیسؓ بن مسہر

امام حسین علیہ السلام نے سلیمان بن صرد خزاعی، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد اور کوفہ میں اپنے چند شیعوں کے نام، قیس بن مسہر صیداوی کے توسط سے خطوط ارسال کئے۔ قیس جب نزدیک کوفہ پہنچے تو اس کی ملاقات ابن زیاد کے ایک سپاہی حصین بن نمیر سے ہوئی۔ جب اس نے تلاشی لینا چاہی تو قیس نے امام حسین علیہ السلام کے خطوط باہر نکال کر ٹکڑے کر دیئے، حصین ان کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ عبیداللہ نے پوچھا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں علی بن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد کا شیعہ ہوں۔

اس نے کہا: تم نے یہ خطوط کس لئے پھاڑے ہیں؟ قیس نے جواب دیا: اس لیے کہ تو اس مطلب سے آگاہ نہ ہو۔ ابن زیاد نے سوال کیا: یہ خطوط کس کی طرف سے

تھے؟ جواب دیا: حسین علیہ السلام کی جانب سے چند کوفیوں کے نام تھے کہ میں ان کے نام نہیں جانتا۔

ابن زیاد غضبناک ہو کر کہنے لگا: خدا کی قسم جب تک تو ان کے نام نہیں بتائے گا تم کو آزاد نہیں کروں گا یا پھر منبر پر جا کر حسین بن علی علیہ السلام اور ان کے باپ اور بھائیوں کو گالیاں دو۔ ورنہ تم کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

قیس نے کہا: اس جماعت کے نام تجھے نہیں بتاؤں گا، لیکن میں منبر پر جانے کے لئے تیار ہوں کہ حسین علیہ السلام اور ان کے باپ کو گالیاں دوں۔ اس کے بعد آپ منبر پر گئے، اور حمد و ثناء الٰہی کی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام اور حضرت علی بن ابی طالب، حسن اور حسین علیہم السلام کے لئے طلب رحمت کی اور عبید اللہ بن زیاد اور ان کے باپ اور بنی امیہ کے حامیوں پر لعنت بھیجی۔ اس کے بعد کہا:

ایہا الناس! مجھے امام حسین علیہ السلام نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور وہ فلاں سرزمین پر ہیں۔ ان کی طرف جاؤ اور ان کی نصرت کرو۔ یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی، تو اس نے حکم دیا کہ اس کو دارالامارہ کی چھت سے نیچے پھینک دیا جائے، لہٰذا ان کو دارالامارہ کی چھت پر لے جا کر نیچے پھینک دیا، جس سے آپ کی شہادت ہوئی۔

جب ان کی شہادت کی خبر امام حسین علیہ السلام کو ملی تو رونے لگے اور فرمایا: خداوند! ہمارے لئے اور ہمارے شیعوں کے لئے نیک جگہ قرار فرما اور اس میں ہم سب کو ایک جگہ اکٹھا کر دے، چوں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ روایت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے یہ خط اس منزل سے بھیجے تھے جو (حاجز کے نام سے مشہور ہے) اس کے علاوہ دوسری جگہ بھی روایت نقل کی گئی ہے۔

حرؒ بن یزید کا امام حسین علیہ السلام کو روکنا

راوی کہتا ہے کہ اس منزل سے گزرنے کے بعد اور کوفہ سے دو منزل پہلے اچانک دیکھا کہ حر بن یزید ایک ہزار کا لشکر لے کر امام حسین علیہ السلام کے سامنے آیا۔ حضرتؑ نے پوچھا: ہماری مدد کے لئے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے آئے ہو؟ حُر نے جواب دیا: اے حسینؑ! آپ سے جنگ کرنے آیا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾ پھر آپس میں گفتگو ہونے لگی۔ یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہاری رائے ان خطوط کے مخالف ہے جو تم نے اور دیگر افراد نے بھیجے ہیں تو میں جہاں سے آیا ہوں پھر وہیں واپس چلا جاؤں گا۔ حُر اور اس کے لشکر نے حضرتؑ کو واپس جانے سے روکا۔

حُر نے کہا: اے فرزند رسولؐ ایسا راستہ انتخاب کریں۔ جو نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ مدینہ، تاکہ میں ابن زیاد کے سامنے عذر پیش کرسکوں۔ اور کہہ سکوں کہ حسین علیہ السلام ایسے راستے پر گئے کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام نے بائیں ہاتھ پر جانے والا راستہ انتخاب فرمایا، اور مقام عذیب حجانات پر پہنچے، اسی موقع پر ابن زیاد کا خط حُر کو ملا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تو نے حسین علیہ السلام کے ساتھ جو سلوک کیا ہے ہم اس پر راضی نہیں ہیں، اور حکم دیا تھا کہ حسین علیہ السلام کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

حُر اور اس کے لشکر والے حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہیں جانے سے روک دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: کیا تم نے خود یہ نہیں کہا کہ راستہ تبدیل کر کے جو راستہ کوفہ اور مدینہ کو نہ جاتا ہو، اس پر چلے جایئے؟ اس نے کہا: ہاں، لیکن امیر عبیداللہ ابن زیاد کا خط مجھے ملا ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ پر سختی کروں، اور مجھ پر

جاسوس مقرر کیے ہیں تا کہ اس کے احکام کو اجرا کروں۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے۔ حمد و ثناء پروردگار کی، اور اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿اَلاٰ تَرَوْنَ اِلَی الْحَقِّ لاٰ یُعْمَلُ بِهٖ وَ اِلَی الْبَاطِلِ لاٰ یُتَنَاهٰی عَنْهُ لِیَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِی لِقَاءِ رَبِّهٖ حَقًّا حَقًّا﴾۔

اے لوگو! جو کچھ ہمارے سامنے آیا ہے تم جانتے ہو حقیقت میں دنیا تبدیل ہو چکی ہے اور اس نے اپنی برائیوں کو ظاہر کر دیا ہے۔ نیکیوں کو پس پشت ڈال دیا، اور مسلسل مراد انسان کے خلاف جا رہی ہے، لیکن دنیا سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ سوائے اس قطرہ کی مقدار کے برابر جو برتن سے پانی نکالنے کے بعد اس میں رہ جاتا ہے۔ فقط ایک بدترین زندگی کہ جو بنجر و شور زمین کی مانند ہے، اور کچھ باقی نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے نہیں روکا جا رہا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مؤمن راہِ حق میں شہادت کی آرزو کرے، جس طرح آرزو کرنے کا حق ہے:

﴿لاٰ اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً وَ الْحَیٰوةَ مَعَ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا بَرَمًا﴾

میں موت کو سعادت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا، اور ظالموں کے ساتھ جینے کو رسوائی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔

زہیر بن قین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے فرزند رسولِ خداؐ ہم نے آپ کی باتوں کو سنا، ہماری نظر میں اس فانی دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر دنیا کی زندگی ہمیشہ کے لئے ہوتی اور ہم کو اس میں ہمیشہ زندہ رہنا ہوتا پھر بھی ہم آپ کے راستے میں قتل ہونے کو زندگی جاوید پر ترجیح دیتے۔

ان کے بعد ھلال بن نافع بھی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خدا کی قسم ہمیں شھادت اور موت سے کوئی خوف نہیں ہے، اور ہم اپنی اسی نیت اور بصیرت پر قائم ہیں۔ آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔

ان کے بعد بریر بن خضیر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے فرزند پیغمبرؐ! خدا کی قسم خداوند کریم نے ہم پر احسان فرمایا کہ آپ کی نصرت کے لئے لڑیں۔ ہمارے جسم آپ کی حمایت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، اور اس کے بدلے آپ کے جد بزرگوار قیامت کے دن ہماری شفاعت فرمائیں۔

امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں داخلہ

امام حسین علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے، لیکن لشکر حُر کبھی ان کے جانے پر مانع ہوتا اور کبھی ان کے پیچھے چلتا۔ یہاں تک کہ دوسری محرم کو زمین کربلا پر وارد ہوئے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اس سرزمین پر وارد ہوئے، سوال کیا کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟ جواب دیا گیا: کربلا۔ کہا: خداوندا! غم اور بلاؤں میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس کے بعد کہا: ﴿ھذا موضع کرب و بلا انزلوا ھیھنا محط رجالنا و مسفک دمائنا و ھنا محل قبورنا﴾ یہ خوفناک اور بلاؤں کی جگہ ہے۔ یہاں پر اترو۔ یہی ہمارے مرنے کی جگہ ہے اور ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے اور ہماری قبور کا مقام ہے۔ اس خبر کو میں نے اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ سے سنا تھا۔ اس کے بعد سب اتر گئے۔ حر اور اس کا لشکر بھی ایک کنارے پر اترا اور اپنے خیمے نصب کر لیے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی بے چینی

امام حسین علیہ السلام بیٹھ کر اپنی تلوار کی اصلاح کرتے ہوئے ان اشعار کو پڑھ رہے تھے:

یا دھر اف لك من خلیل — كم لك بالاشراق والاصیل

من طالب و صاحب قتیل — والدھر لا یقنع بالبدیل

و كل حی سالك سبیل — و انما الامر الی الجلیل

ترجمہ:۔ اے زمانہ تیری دوستی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اپنے دوستوں کے ساتھ دشمنی کے سوا تیرا کچھ کام نہیں۔ صبح وشام تو نے اپنے دوستوں کی ایک جماعت کو قتل کیا، اور زمانہ کسی بدل پر قناعت نہیں کرتا۔ ہر زندہ موت کی طرف جارہا ہے اور ہر امر خدا کے ذمہ ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ان اشعار کو سنا اور کہا: اے بھائی جان! یہ باتیں وہ شخص کرتا ہے جسے اپنے قتل ہونے کا یقین ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میری بہن! حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: اے کاش موت آجاتی، حسین علیہ السلام اپنی شہادت اور موت کی خبر دے رہے ہیں۔ اس وقت اہل حرم کی مستورات رونے لگیں اور اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگیں، گریبان چاک کردیئے۔ ام کلثوم نے فریاد کی: ﴿وَا مُحَمَّدَاهُ وَا عَلِيَّاهُ وَا اُمَّاهُ وَا اَخَاهُ وَا حُسَيْنَا وَا ضَيْعَتَنَا بَعْدَكَ يَا عَبْدِ اللّٰهِ﴾ اے ابا عبداللہ! تمہارے بعد بیچارگی سے اماں ہو۔

امام حسین علیہ السلام نے انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا: اے میرے بہن! خدا کی راہ میں صبر کرو۔ چونکہ تمام آسمانوں کے رہنے والوں کے لیے فنا ہے اور تمام اہل زمین کو موت

آنا ہے اور تمام لوگوں کو مرنا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اے ام کلثوم، اے زینب، اے فاطمہ، اے رباب! یاد رہے کہ جب میں قتل ہو جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا اور اپنے چہروں پر طمانچے نہ مارنا اور ایسی بات نہ کرنا جس سے خدا راضی نہ ہو۔

دوسری روایت ہے کہ زینب سلام اللہ علیہا حسین علیہ السلام سے دور مستورات اور بچوں میں بیٹھی تھیں اور جب حسین علیہ السلام سے ان اشعار کو سُنا تو فوراً اسی حال میں کہ ان کی چادر زمین پر خط دے رہی تھی۔ بھائی کے پاس آئیں اور کہا: ﴿وَاثُكْلاهُ لَيْتَ الْمَوْتُ اَعْدَمَنِي الْحَيٰوةَ﴾ یعنی اے کاش موت آ جاتی اور میری جان لے لیتی۔ آج میری ماں فاطمہ زہراؑ، باپ علیؑ اور بھائی حسنؑ دنیا سے گئے ہیں۔ اے گزشتہ بزرگوں کے جانشین اور باقی زندوں کی پناہ گاہ، امام حسین علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میری بہن! تمہارے حلم کو شیطان ختم نہ کر دے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہو جائیں۔ کیا آپ قتل ہو جائیں گے؟ امام حسین علیہ السلام نے اپنے غم و اندوہ کو دل میں چھپایا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا: ﴿لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ﴾ یعنی اگر (قطا) پرندہ کے شکاری اسے اپنے حال پر چھوڑتے تو اپنے آشیانہ میں ہی سوتا۔ یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ اگر بنی امیہ مجھے آزاد چھوڑتے تو میں مدینہ سے باہر نہ آتا۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا یہ بات سن کر کہنے لگی: ﴿وَا وَيْلَتَاهُ﴾ بھائی جان! کیا آپ اپنے آپ کو دشمن کی گرفتاری میں سمجھتے ہیں اور زندگی سے مایوس ہیں؟ یہ بات میرے دل کو پریشان کر رہی ہے، اور اس کا برداشت کرنا مجھ پر بہت سخت ہے۔ اس کے بعد منہ پر طمانچے مارتے ہوئے اپنا گریبان چاک کر دیا، اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔

امام حسین علیہ السلام اٹھے اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے چہرے پر پانی ڈالا۔

یہاں تک کہ ہوش آ گیا اور ان کو تسلی دی، اور انہیں اپنے جد بزرگوار رسول خدا ﷺ اور اپنے بابا علیؑ کے مصائب کی یاد دلائی تا کہ اپنی شہادت کو چھوٹی مصیبت ظاہر کریں اور جناب زینب سلام اللہ علیہا کو بھی سکون مل جائے۔

امام حسین علیہ السلام کا اہل بیت حرم کو ساتھ لانے کی ایک علت شاید یہ ہو کہ اگر حضرتؑ اپنے اہل بیت کو حجاز میں یا کسی اور شہر میں چھوڑ دیتے تو یزید بن معاویہ لعنت اللہ علیہ فوج بھیج کر ان کو اسیر کروالیتا اور ان کو اتنی تکلیف دیتا کہ امام حسین علیہ السلام راہِ خدا میں شہادت وقربانی دینے سے منصرف ہو جاتے، اور یزید سے جنگ کرنے سے باز آ جاتے۔

حصہ دوم

واقعاتِ عاشورا

شہادت شہداءِ کربلا
اور
خیام اہل حرم کی تاراجی و آتش زدگی

ا۔ واقعاتِ عاشورا

عبید اللہ بن زیاد نے اپنے ساتھیوں کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی۔ انہیں راہِ حق سے منحرف کیا اور اس پر انہوں نے اس کی پیروی کی، اور اس نے عمر بن سعد کی آخرت کو دنیوی مال کے ذریعہ خرید لیا اور اسے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنا دیا۔ عمر بن سعد نے بھی اسے قبول کر لیا، اور کوفہ سے چار ہزار سوار سپاہیوں کے ساتھ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے کوفہ سے روانہ ہوا۔ ابن زیاد مسلسل اس کے لئے لشکر روانہ کرتا رہا، یہاں تک کہ چھ محرم کی رات تک بیس ہزار سوار اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام پر بندش آب سے اس قدر سختی کی کہ جس کے نتیجہ میں آپ اور آپ کے اصحابِ باوفا پر شدید پیاس کا غلبہ ہوا۔

کربلا میں امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ

امام حسین علیہ السلام اپنی تلوار کے سہارے کھڑے ہوئے اور بآواز بلند فرمایا:

﴿اُنشِدُکُم اللّٰهَ هَلْ تَعرِفُونَنِیْ؟ قَالُوْا: نَعَمْ اَنْتَ اِبْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ سِبْطُهُ﴾۔

میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ فرزند پیغمبر خداؐ اور ان کے نواسے ہیں۔ پھر فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے جانتے ہو، کیا رسول خداؐ میرے جدامجد نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم آپ رسول اللہؐ کے نواسے ہیں۔ حضرت نے

فرمایا: پھر تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میرے والد علی بن ابی طالبؑ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ میری والدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا دختر محمد مصطفیٰؐ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میری جدہ جناب خدیجہ بنت خویلد ہیں؟ اور وہ پہلی خاتون ہیں کہ جنہوں نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ فرمایا: کیا حضرت حمزہؑ میرے والد کے چچا نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہیں، آپ درست فرما رہے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جو تلوار میرے پاس ہے وہ رسول خداؐ کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جو عمامہ میرے سر پر ہے یہ رسول خداؐ کا عمامہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ علیؑ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور وہ سب لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے اور زیادہ بردبار تھے اور ہر مسلمان عورت و مرد

کے مولی وامیر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔

﴿قَالَ فَبِمَ تَسْتَحِلُّوْنَ دَمِی؟ ﴾ تو آپؑ نے فرمایا: پھر تم کیوں میرا خون بہانا حلال سمجھ رہے ہو؟ حالانکہ میرے والد ساقی کوثر ہیں کہ جن کے ہاتھوں میں روزِ قیامت پرچم اسلام ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا: کہ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا یہ سب ہم جانتے ہیں، لیکن ﴿وَ نَحْنُ غَیْرُ تَارِکِیْکَ حَتّٰی تَذُوْقَ الْمَوْتَ عَطَشًا ﴾ جب تک آپ تشنہ لب جان نہ دے دیں ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

جیسے ہی امام حسین علیہ السلام نے اس خطبہ کو ختم کیا۔ تو حضرتؑ کی بیٹیوں اور ان کی بہن زینب سلام اللہ علیہا نے رونا شروع کر دیا اور اپنا منہ پیٹنے لگیں، اور ان کے رونے کی آواز خیموں سے بلند ہونے لگی۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی عباسؑ اور اپنے لخت جگر علی اکبرؑ کو ان کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ مستورات کو خاموش کرائیں، کیونکہ مجھے اپنی جان کی قسم کہ انہیں اس کے بعد ابھی بہت رونا ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد کا خط عمر بن سعد کو ملا کہ جس میں اسے جنگ جلد شروع کرنے اور جلد ختم کرنے کا حکم دیا تھا کہ اس میں تاخیر سے کام نہ لیا جائے تو اس خط کے نتیجہ میں عمر بن سعد فوراً سوار لشکر کو لے کر امامؑ کے خیموں کی طرف چل پڑا۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو امان کی دعوت

شمر نے خیموں کے نزدیک آ کر بلند آواز سے کہا: ﴿این بنو اختی ؟﴾ کہاں ہیں میرے بھانجے عبداللہ، جعفر، عباس اور عثمان؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: شمر کا جواب دو اگرچہ وہ فاسق ہے، کیونکہ وہ تمہارا

رشتہ دار ہے۔

چنانچہ حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں نے جواب دیا کہ شمر کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: اے میرے بھانجو! تم امان میں ہو، اپنے آپ کو امام حسین (علیہ السلام) کے ہمراہ اپنی جان خطرے میں نہ ڈالو اور امیر المؤمنین یزید کی اطاعت کرو۔ حضرت عباس علیہ السلام نے جواب دیا: اے دشمن خدا تیرے ہاتھ شل ہو جائیں۔ کتنی بری امان ہمارے لئے لائے ہو ﴿تَامُرُنَا اَنْ نَتْرُکَ اَخانَا الْحُسَیْنَ بْنَ فَاطِمَةَ وَ نَدْخُلُ فِیْ طَاعَةِ اللُّعَنَاءِ وَ اَوْلَادِ اللُّعَنَاءِ؟﴾ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے بھائی، فرزند فاطمہ زہراء امام حسین علیہ السلام کو چھوڑ کر ملعون اور ملعون کے بیٹوں کے ساتھ ہو جائیں؟!

شمر غضبناک حالت میں اپنے لشکر کی طرف لوٹ گیا۔

جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ سپاہ ابن زیاد جنگ شروع کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لے رہی ہے، اور وعظ و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے، تو آپ نے حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا کہ جیسے بھی ممکن ہو۔ اس لشکر کو جنگ کرنے سے روکو، تا کہ آج کی رات میں نماز ادا کر سکوں، کیونکہ خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے اور تلاوتِ قرآن سے کس قدر محبت ہے۔ حضرت عباسؑ آئے اور ان سے درخواست کی۔ عمر بن سعد نے اس پر خاموشی اختیار کی، گویا کہ وہ جنگ میں تاخیر کرنے پر راضی نہیں تھا۔

عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: خدا کی قسم اگر یہ لوگ ترک و دیلم کے قبیلہ سے بھی ہوتے تو ہم ان کی درخواست کو قبول کر لیتے، حالانکہ یہ آل محمدؐ ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے درخواست قبول کر لی اور جنگ سے دستبردار ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ:

امام حسین علیہ السلام زمین پر بیٹھ گئے اور ان کو نیند آ گئی۔ اور چند لحظات کے بعد بیدار ہوئے اور اپنی بہن جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے بہن زینبؑ! ابھی میں

نے خواب میں اپنے نانا رسول خداﷺ اور اپنے والد علی مرتضیٰؑ اور اپنی ماں فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰ علیہم السلام کو دیکھا ہے۔ اور انہوں نے مجھ سے فرمایا ہے: اے حسین! کل تم ہمارے پاس ہو گے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے یہ بات سنتے ہی اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بلند آواز سے گریہ کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: آہستہ گریہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن ہمیں شرمندہ کریں۔

امام حسین علیہ السلام کی آخری شب

چنانچہ جب رات کی تاریکی چھا گئی تو امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں بعد از حمد و ثنائے رب جلیل کے یوں فرمایا:

﴿اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّیْ لاٰ اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَصْلَحَ مِنْکُمْ وَلاٰ اَهْلَ بَيْتٍ اَبَرَّ وَلاٰ اَفْضَلَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِیْ فَجَزَاکُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا عَنِّیْ خَيْرًا وَ هٰذِهِ اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَکُمْ فَاتَّخِذُوْهُ جَمَلاً وَلْيَاْخُذْ کُلُّ رَجُلٍ مِنْکُمْ بِيَدِ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِیْ وَ تَفَرَّقُوْا فِیْ سَوَادِ هٰذَا اللَّيْلِ وَ ذَرُوْنِیْ وَ هٰؤُلاٰءِ الْقَوْمِ فَاِنَّهُمْ لاٰ يُرِيْدُوْنَ غَيْرِیْ﴾

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں کسی کے اصحاب کو اپنے اصحاب سے زیادہ نیک اور اپنے اہل بیت سے زیادہ اچھے کسی کے اہل بیت کو نہیں جانتا۔

خدا تم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ رات کا سناٹا ہے، اس کو غنیمت جانو۔

اور تم میں سے ہر ایک میری اہل بیت کے مردوں میں سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ لے کر چلے جاؤ، اور مجھے اس لشکر کے پاس اپنے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ انہیں میرے

سوا کسی اور سے کوئی غرض نہیں ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے بھائیوں اولاد اور عبد اللہ ابن جعفر کی اولاد نے امامؑ کے جواب میں عرض کیا: ﴿وَلِمَ نَفعَلُ ذٰلِکَ لِنَبقِیَ بَعدَکَ؟ لَا اَرانَا اللّٰہُ ذٰلِکَ اَبَدًا﴾ کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں تا کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہرگز ایسا دن ہمیں نصیب نہ کرے، اور اس کلام کو سب سے پہلے حضرت عباسؑ بن علیؑ نے کہا اور باقی افراد نے ان کی پیروی کرتے ہوئے یہی جواب دیا۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام عقیلؑ کے بیٹوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: تمہارے لئے شہادتِ مسلمؑ ہی کافی ہے میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم لوگ چلے جاؤ۔

اور دوسری روایت کے مطابق اس دوران امامؑ کے بھائیوں اور ان کی اہل بیت نے یوں عرض کیا: اے فرزند پیغمبرؐ! لوگ جب ہم سے پوچھیں گے تو ہم ان کا کیا جواب دیں گے؟ کیا ان کو یہ جواب دیں گے کہ اپنے مولا اور اپنے پیغمبرؐ کے فرزند کو تنہا چھوڑ دیا اور اس کی حمایت ونصرت میں دشمن کی طرف ایک تیر بھی نہیں پھینکا، اور ایک بھی نیزہ وتلوار نہیں چلائی؟ ہرگز نہیں! خدا کی قسم ہم لوگ آپ سے جدا نہیں ہوں گے، اور ہم آپ کی حفاظت آخری دم تک کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ہم قتل کر دیئے جائیں، اور آپ کی طرح راہِ خدا میں شہید ہو جائیں۔ آپ کے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے۔

پھر مسلمؑ بن عوسجہ کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں: اے فرزند پیغمبرؐ! کیا ہم آپ کو اس حالت میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ جب کہ دشمنوں نے آپ کو اپنے محاصرے میں لے لیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا! خداوند آپ کے بعد مجھے جینا نصیب نہ کرے۔ میں ضرور لڑوں گا، یہاں تک کہ لڑتے ہوئے میرا نیزہ آپ کے دشمن کے سینے میں ٹوٹ

جائے، اور پھر میں اپنی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑوں، یہاں تک کہ تلوار بھی نہ رہے تو پھر میں پتھر اٹھا کر آپ کے دشمن پر برساؤں گا۔ اور میں آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اپنی جان آپ کے قدموں پر نچھاور کر دوں۔

ان کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے فرزند پیغمبرؐ! خدا کی قسم ہم آپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں گے تا کہ خدا یہ جان لے کہ ہم نے آپ کے بارے میں جو رسول خداؐ کی وصیت سنی تھی اسے یاد رکھا، اور اگر میں یہ جان لوں کہ آپ کی راہ میں مجھے قتل کیا جائے گا اور پھر زندہ کیا جائے اور پھر زندہ جلا دیا جائے گا اور یہاں تک کہ مجھے اسی طرح ستر (۷۰) مرتبہ ہی کیوں نہ جلا دیا جائے۔ پھر بھی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اپنی جان آپ سے پہلے قربان کروں گا۔

اور کیوں نہ آپ کی راہ میں جان نثار کروں، جب کہ ایک مرتبہ مرنا تو ہے ہی اور اس کے بعد ابدی عزت و سعادت ہے۔ ان کے بعد زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور عرض کیا: خدا کی قسم اے فرزند پیغمبرؐ! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ خداوند آپ کو، آپ کے بھائیوں اور آپ کے اہل بیت کو زندہ رکھے، پھر ان کے بعد بقیہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے بھی اسی طرح کی حمایت کا اظہار کیا، اور انہوں نے عرض کیا: ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں۔ ہم ہر صورت آپ کی حفاظت کریں گے، کیونکہ اگر ہم قتل بھی ہو جائیں تو گویا ہم نے اس تکلیف کو ادا کیا جس کو خدا نے ہم پر واجب قرار دیا تھا۔

اسی شب عاشور محمد بن حضرمی کو خبر ملی کہ اس کے بیٹے کو شہر ری میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ تو اس نے کہا: میں اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ مجھے اپنی جان کی قسم مجھے یہ گوارہ نہیں ہے کہ میرا بیٹا اسیر ہو جائے، اور میں اس کے بعد زندہ رہوں۔

جب اس کی یہ بات امام حسین علیہ السلام نے سنی تو فرمایا: خدا تیری مغفرت کرے، میں نے تجھ سے اپنی بیعت اٹھالی ہے اور تو اپنے بیٹے کی رہائی کے لئے چلا جا۔ تو اس نے عرض کی: اگر میں آپ سے جدا ہوں تو مجھے جنگل کے درندے زندہ پھاڑ کھائیں۔ امامؑ نے فرمایا: پس یہ پوشاک برد یمانی اپنے بیٹے کو دو تا کہ وہ اپنے بھائی کی رہائی کے لئے اس سے استفادہ کر سکے۔ پس حضرتؑ نے اسے پانچ پوشاک برد یمانی عطا کیں کہ جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔

راوی کہتا ہے کہ اس رات امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے یوں گزاری کہ ان کے مناجات کی صدائیں سنی جا رہی تھیں۔ کچھ اصحاب حالت رکوع میں اور کچھ حالت سجود میں اور کچھ حالت قیام میں عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے۔ چنانچہ اسی رات بتیس (۳۲) آدمی عمر بن سعد کے لشکر سے جدا ہو کر امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے آملے۔ امام حسین علیہ السلام کی کثرتِ نماز اور عبادت ہمیشہ اسی طرح تھیں۔

روایت میں ہے کہ عاشور کی صبح بریر بن خضیر ہمدانی نے عبدالرحمٰن سے ہنسی مذاق شروع کر دی۔ تو عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے بریر! یہ کوئی ہنسی مذاق کرنے کا وقت ہے؟ بریر نے کہا: میری قوم جانتی ہے کہ میں نے عمر بھر کسی سے کوئی مذاق نہیں کیا۔

لیکن میری اس خوشی کا اظہار شہادت پر فائز ہونے کی وجہ سے ہے۔

خدا کی قسم آپ اس وقت کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہے جب کہ میں دشمنوں کے سامنے جاؤں اور کچھ دیر ان سے جنگ کروں اور اس کے بعد جا کر جنت کی حوروں سے مل جاؤں۔

عاشورہ کی صبح

راوی کہتا ہے کہ جب عمر بن سعد کے سپاہی گھوڑوں پر سوار ہوگئے، تو امام حسین علیہ السلام نے بُریر بن خضیر کو ان کی طرف بھیجا۔ بُریر نے انہیں وعظ ونصیحت کی۔ چند مطالب کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی، لیکن انہوں نے اس کی پروانہ کی۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام ناقہ پر اور ایک قول کے مطابق اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور عمر بن سعد کے ساتھیوں سے خاموش ہونے کے لئے کہا اور اپنے خطبے کی طرف متوجہ کیا، اور وہ سب خاموش ہوگئے۔ امام حسین علیہ السلام نے خدا کی حمد وثنا اور محمدؐ وآل محمدؐ پر درود وسلام، اور انبیاءؑ اور ملائکہ پر درود بھیجنے کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! وائے ہو تم پر کہ سرگردان حالت میں ہم سے مدد طلب کی، اور ہم تمہاری مدد کے لئے جلد حاضر ہوگئے، لیکن تم نے جن تلواروں کو ہماری نصرت میں اٹھانے کی قسم کھائی تھی، ان کو ہمارے قتل کے لئے اٹھا رکھا ہے، جس سے ہم اپنے اور تمہارے دشمنوں کو جلانا چاہتے تھے آج تم سب اپنے دوستوں کو قتل کرنے کے لئے اپنے دشمن کی مدد کر رہے ہو، حالانکہ نہ انہوں نے تمہارے درمیان عدل وانصاف کو رائج کیا، اور نہ تو ان کی مدد کرنے میں تمہیں خوشی کی امید ہونی چاہیے۔

تم پر وائے ہو۔ کس لئے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا، حالانکہ تلواریں نیاموں میں اور دل مطمئن، پُرسکوں اور ارادے محکم ہو چکے تھے، لیکن باوجود اس کے تم نے فتنے کی آگ جلانے میں ٹڈیوں کی مانند جلدی کی، اور اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ اے حق اسلام کے دشمنو! اے قرآن سے منہ موڑنے والو، اور اس کے کلمات میں تحریف کرنے والو! اے گنہگار لوگو! اے شیطانی وسوسوں کی پیروی کرنے والو! پیغمبر

اسلام ﷺ کی شریعت وسنت کو مٹانے والو! خدا کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہو۔ ان پلید لوگوں کی حمایت تو کر رہے ہو، لیکن ہماری نصرت سے دستبردار ہو گئے ہو۔

ہاں، خدا کی قسم قدیم زمانہ ہی سے تم میں مکر وفریب تھا، اور تمہارا خمیر اسی مکر و فریب کے پانی مٹی سے اٹھایا گیا، اور تمہاری فکر اسی پر پروان چڑھی ہے۔ تم ایسے بدترین پھل ہو کہ جو کھانے والوں کے گلے کو زخمی کر دیتا ہے، اور تم ان ظالم و غاصب لوگوں کے سامنے چھوٹے سے لقمے کے مانند ہو۔

﴿اَلاَ وَ اَنَ الدَّعِی بْنَ الدَّعِی قَدْ رَکَزَ بَیْنَ اثْنَتَیْنِ بَیْنَ السِّلَةِ وَ الذِلَّةِ وَ هَیهَاتَ مِنَّا الذِلَّةِ یَابَی اللّٰهُ ذٰلِکَ لَنَا وَ رَسُوْلُهُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے حرام زادے کے بیٹے حرام زادہ (ابن زیاد) نے دو چیزوں پر مجبور کیا ہے۔ یا تو میں اس کے خلاف تلوار نکال لوں، یا ذلت کا لباس پہن کر یزید کی بیعت کر لوں، لیکن ذلت ہم سے بہت دور ہے، کیونکہ خداوند متعال اور اس کا رسولؐ اور مؤمنین اس کی ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دیں۔ جان لو باوجود اس کے کہ ہم تعداد کے لحاظ سے کم ہیں، لیکن تمہارے ساتھ جنگ ضرور لڑیں گے۔

حضرت نے اپنے خطبہ کے بعد شاعر فروہ بن مسیک مرادی کے یہ اشعار پڑھے۔

اشعار کا ترجمہ:۔ اگر ہم فتح یاب ہو جائیں اور دشمن کو شکست دے دیں تو یہ کوئی عجیب بات نہ ہوگی، کیوں کہ ہم ہمیشہ دشمن کو شکست دینے والے ہیں، اور اگر مغلوب ہو کر مارے جائیں تو ہمارا یہ مرنا نہ تو خوف و ہراس کی وجہ سے ہوگا اور نہ ہماری

جانب سے ہوگا، بلکہ ہماری موت کا وقت پہنچا، اور دوسروں کی کامیابی کا وقت آ پہنچا ہے۔ اگر موت کی سواری ایک گھر سے دوری اختیار کرے تو دوسرے گھر کی جانب ضرور پڑاؤ ڈالتی ہے۔ ہمارے آباء و اجداد تمہارے ہاتھوں سے مارے گئے جس طرح گزشتہ صدیوں میں لوگ موت سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔

اگر دنیا کے بادشاہ ہمیشہ رہتے تو ہم بھی ہمیشہ کے لئے زندہ رہتے۔ وہ لوگ جو آج ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں ان سے کہو کہ عقل کے ناخن لو، چنانچہ جس طرح آج ہمیں موت کا سامنا کرنا ہے، اس طرح ان مذاق اڑانے والوں کو بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے ان اشعار کو پڑھنے کے بعد فرمایا: خدا کی قسم تم میرے قتل کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہو گے۔ تمہاری زندگی ایک پیادہ کے سوار ہونے سے زیادہ نہیں ہے۔ زمانہ تیزی کے ساتھ تمہارے سروں پر چکی کی طرح گھوم رہا ہے، اور تمہاری اضطرابی حالت چکی کی کیل کی طرح ہے، اور یہ خبر مجھے میرے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام نے میرے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنی تھی، اور مجھ سے بیان فرمائی۔

اب تم مل بیٹھو اور آپس میں اپنے اس معاملہ کے بارے میں ایک دوسرے سے صلاح ومشورہ کرو، تا کہ کوئی بات تم پر مخفی نہ رہ جائے پھر اس کے بعد تم میرے قتل کے لئے اقدام کرو، اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں نے اس خدا پر بھروسہ کیا ہے جو ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے اس سپاہِ یزید سے اظہارِ نفرت کرتے ہوئے فرمایا: اے پروردگار! انہیں اپنی رحمت کی بارش سے محروم کر، اور ان پر ایسا قحط نازل کر جیسے کہ جناب یوسفؑ کے زمانہ میں نازل فرمایا، اور غلام ثقفی کو ان پر مسلط کر دے تا کہ وہ انہیں موت کے تلخ جام سے سیراب کرے، کیونکہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا، اور مجھے

فریب دیا۔ تو ہمارا پروردگار ہے۔ تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اور تیری ہی مغفرت کے طالب ہیں۔ ہر ایک کو تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنی سواری سے نیچے اترے اور رسول خداؐ کا گھوڑا کہ جس کا نام مرتجز تھا طلب فرمایا، اور اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب پینتالیس (۴۵) سوار اور ایک سو پیادہ تھے، اور دوسری روایات بھی حضرتؑ کے اصحاب کی تعداد کے سلسلہ میں موجود ہیں۔

عمر بن سعد کی طرف سے جنگ کا آغاز

راوی بیان کرتا ہے کہ عمر بن سعد لشکر سے نکل کر سامنے آیا اور جب امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی طرف تیر پھینک چکا تو اس نے بلند آواز سے اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا: امیر کے ہاں، اس بات کی گواہی دینا کہ سب سے پہلا تیر پھینکنے والا میں ہوں۔ اس کے بعد عمر بن سعد کے لشکر کی طرف سے تیر بارش کی طرح برسنے لگے۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ﴿قُوْمُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِلَى الْمَوْتِ الَّذِىْ لَابُدَّ مِنْهُ فَاِنَّ هٰذِهِ السِّهَامَ رُسُلُ الْقَوْمِ اِلَيْكُمْ﴾

تم پر اللہ کی رحمت ہو، موت کی طرف پیش قدمی کرو کہ جس کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ یہ تیر اسی قوم کی طرف سے تمہیں جنگ کی دعوت دے رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے حملہ کیا کچھ دیر لڑتے رہے، یہاں تک کہ چند اصحاب شہید ہو گئے۔ اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام نے اپنے محاسن مبارک کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا:

جب یہودیوں نے جناب عزیر کو خدا کا بیٹا کہا، تو خدا ان پر غضبناک ہوا، اور قوم نصاریٰ پر اس وقت سخت غضبناک ہوا، جب نصاریٰ تین خداؤں کے قائل ہو گئے، اور خداوند مجوس پر اس وقت سخت غضبناک ہوا، جب مجوس نے اللہ کی عبادت کے بجائے سورج اور چاند کی پرستش کرنا شروع کر دی۔ اور خداوند اس قوم پر بھی سخت غضبناک ہے، جو اپنے نبیؐ کے فرزند کو قتل کرنے پر متفق ہو گئی ہے، لیکن خدا کی قسم میں ان لوگوں کی بات کو قبول نہیں کروں گا، اور ہرگز یزید کی بیعت نہیں کروں گا، یہاں تک کہ اپنے خون آلود چہرے کے ساتھ خدا سے ملاقات کروں۔

ابو طاہر محمد بن حسین ترسی اپنی کتاب معالم الدین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (جب امام حسین علیہ السلام کا عمر بن سعد سے سامنا ہوا، اور جنگ شروع ہوئی تو خداوند نے حضرتؑ کی نصرت کے لئے آسمان سے فرشتوں کا ایک گروہ بھیجا، جو امامؑ کے سر کے اوپر پرواز کرنے لگے۔ پھر اس کے بعد حضرتؑ کو دو امروں میں سے کسی ایک کے انتخاب کرنے پر اختیار دیا گیا۔ یا فرشتے ان کی نصرت کریں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیں یا شہید ہو جائیں، لیکن امام علیہ السلام نے شہادت کو ترجیح دی۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا:

﴿اَمـا مِـنْ مُـغِيـثُ يُغِيْثُنَا لِوَجهِ اللّٰهِ اَما مِنْ ذَابٍ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟﴾

ہے کوئی جو رضائے خدا کے لئے ہماری مدد کرے؟ ہے کوئی جو حرم رسول خداؐ سے دشمنوں کو دور کرے؟

حرؑ کی توبہ

اسی اثناء میں حرؑ بن یزید ریاحی عمر بن سعد کے پاس آئے اور کہنے لگے: کیا تم امام حسین علیہ السلام سے جنگ لڑو گے؟ عمر نے جواب دیا:

ہاں! خدا کی قسم ان سے جنگ ضرور ہوگی جس میں سب سے آسان کام سروں اور ہاتھوں کو جسموں سے جدا کرنا ہوگا۔

حرؑ نے جب یہ گفتگو سنی تو اپنے لشکر سے جدا ہو کر ایک گوشے میں بیٹھے، اور کانپنے لگے۔

مہاجر بن اوس نے حر سے کہا: اے حر تمہاری یہ حالت مجھے شک میں مبتلا کر رہی ہے۔ اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ کوفیوں میں سے شجاع کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی کا نام نہ لوں گا۔ کس لئے کانپ رہے ہو؟ حر نے جواب دیا: خدا کی قسم میں اپنے آپ کو جنت اور جہنم کے درمیان پا رہا ہوں، لیکن خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہ دوں گا۔ اگر چہ میرا جسم ٹکرے کر دیا جائے اور مجھے جلا دیا جائے۔ اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں روانہ ہوا اور دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر رکھ کر کہنے لگے:

خدایا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو میری توبہ قبول فرما لے، کیونکہ میں نے تیرے دوستوں اور تیرے پیغمبرؐ کی دختر کی اولاد کو ڈرایا۔ امامؑ کی خدمت میں پہنچ کر دست بستہ عرض کی: میری جان آپ پر قربان ہو۔ میں وہ شخص ہوں کہ جس نے آپ پر سختی کی اور آپ کو مدینہ واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ لوگ اس قدر سخت گیری کریں گے۔ اب میں توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا، نیچے اتر آؤ۔ حر

نے کہا: اترنے سے بہتر یہ ہے کہ اسی حالت میں، میں آپ کی نصرت میں لڑوں، آخرکار گھوڑے سے اترنا ہی ہے، کیونکہ میں وہ پہلا شخص ہوں کہ میں نے آپ کا راستہ روکا۔ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں ہی وہ پہلا شخص قرار پاؤں کہ جو آپ کی راہ میں مارا جاؤں۔ شاید میرا شمار ان لوگوں میں ہو جو کہ روزِ قیامت آپ کے جدامجد حضرت محمد ﷺ سے مصافحہ کریں گے۔

مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ حر کا مقصد یہ تھا کہ میں اس وقت کا پہلا شہید قرار پاؤں، ورنہ اس سے پہلے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہو چکی تھی۔ جیسا کہ یہ روایات میں ملتا ہے اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اسے اجازت دی، حر نے جنگ کرنا شروع کی، اور ایسے دلیرانہ حملے کئے کہ بڑے بڑے شجاع اور دلیروں کی جماعت کو تہہ تیغ کیا، کچھ ہی دیر بعد آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

اس کی لاش کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا۔ تو حضرتؑ نے حر کے چہرہ سے گرد و غبار کو صاف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَنتَ الحُرُ کَمَا سَمَّتکَ اُمُّکَ حُراً فِیْ الدُنیَا وَالْاٰخِرَۃِ﴾ تم آزاد مرد ہو دنیا و آخرت میں کہ جس طرح تیری ماں نے تیرا نام حر رکھا ہے۔

بریر بن خضیر

راوی کہتا ہے: اسی دوران ایک زاہد و عابد شخص کہ جن کا نام بریر بن خضیر تھا۔ وہ میدان میں نکلا اور اس کے مقابلے کے لئے یزید بن معقل میدان میں آیا، اور پھر دونوں نے آپس میں طے کیا کہ وہ ایک دوسرے سے مباہلہ کریں، اور خدا سے دعا مانگیں کہ جو بھی باطل پر ہے خدا اسے دوسرے کے ہاتھوں مارے۔ اس کے بعد وہ جنگ لڑنے میں

مشغول ہو گئے۔ بریر نے اسے قتل کر دیا اور جنگ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

وھب بن جناح کلبی

ان کے بعد وھب بن جناح کلبی میدان کارزار کی طرف آئے۔ دشمن پر کئی زبردست حملے کئے۔ اس کے بعد اپنی ماں اور زوجہ کے پاس واپس آئے۔ جو کہ کربلا میں موجود تھیں۔ ماں سے عرض کیا: اے ماں! کیا آپ مجھ سے راضی ہو گئیں ہیں۔

ماں نے جواب دیا: نہیں! میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہید نہ ہو جاؤ۔

تو اس کی بیوی نے کہا: تمہیں خدا کا واسطہ مجھے بیوہ نہ کرو۔ تو اس کی ماں نے کہا: اس کی بات مت سنو، واپس چلے جاؤ اور پیغمبرؐ کے نواسے پر اپنی جان قربان کرو، تاکہ روزِ قیامت تجھے ان کے جدامجد کی شفاعت نصیب ہو۔

وھب دوبارہ میدانِ جنگ کی طرف لوٹے، اور جنگ کرنا شروع کی، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ جسم سے جدا ہو گئے تو اس کی بیوی چوب خیمہ لے کر اس کی طرف بڑھی اور کہہ رہی تھی: میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ حرم اہل بیت رسول خداؐ کی نصرت میں جنگ کرو چنانچہ وھب اس کی طرف آیا تاکہ اسے خیمہ کی طرف لوٹائے لیکن اس کی بیوی نے اس کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ کر کہا: میں واپس نہیں جاؤں گی یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا تجھے اہل بیتؑ کی نصرت کرنے کی جزا دے۔ خیمہ کی طرف لوٹ جاؤ۔ وھب کی بیوی واپس آ گئی۔ لیکن وھب نے جنگ کی، یہاں تک کہ وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو گئے۔

مسلم بن عوسجہ

ان کے بعد مسلم بن عوسجہ میدان میں آ کر دشمن سے نبرد آزما ہوئے، اور بڑی شجاعت کے ساتھ جنگ کرتے رہے، یہاں تک گھوڑے سے گر پڑے۔ ابھی جسم میں جان باقی تھی کہ امام حسین علیہ السلام ان کے پاس پہنچے، حبیب ابن مظاہر بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے مسلم! خدا تمہاری بخشش فرمائے۔ اس کے بعد اس آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی۔

﴿فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا﴾

ترجمہ :۔ان میں سے بعض شہید ہوئے اور بعض شہادت کے منتظر ہیں، اور انہوں نے خدا کے عہد کو تبدیل نہیں کیا۔

حبیبؓ نے آگے بڑھ کر کہا: اے مسلم! تمہارا شہید ہونا مجھ پر بہت ہی سخت ہے، لیکن تمہیں جنت کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مسلم نے نحیف آواز کے ساتھ جواب دیا خدا تم کو خیر کی بشارت دے۔

حبیب نے کہا: اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ میں بھی تمہارے بعد شہید ہو جاؤں گا تو تم سے کہتا کچھ وصیت کرو۔

مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کی نصرت میں کمی نہ کرنا۔

حبیب نے کہا: میں تمہاری وصیت پر عمل کروں گا اور تمہاری آرزو کو پورا کروں گا۔ اس کے بعد مسلم کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

عمرو بن قرطہ انصاری

اس کے بعد عمرو بن قرطہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ حضرتؑ نے اجازت دی۔ عمرو نے شہادت کی آرزو کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں ایسی جنگ کی کہ ابن زیاد کے بہت سے فوجیوں کو فی النار کیا، اور جو تیر بھی امامؑ کی طرف آتا، اس کے لئے اپنے ہاتھوں کو سپر بنا لیتے۔

ہر تلوار کو اپنے سینے پر روکتے، جب تک ان کے دم میں دم رہا کوئی بھی تکلیف نواسہ رسولؐ کو نہ پہنچنے دی، اور جب ان کا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا تو اس نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ کیا میں نے اپنا وعدہ کو وفا نہیں کیا؟......

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، تم مجھ سے پہلے بہشت میں جاؤ گے، میرا اسلام رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کرنا، اور کہنا کہ حسین علیہ السلام بھی میرے بعد آ رہے ہیں۔ چنانچہ عمرو نے پھر جنگ شروع کی، اور شہید ہو گیا۔

جون سیاہ غلام اور اس کی جنگ

اس کے بعد جناب ابوذرؓ کا حبشی غلام جون امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: میں تمہیں اس سرزمین سے جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم اپنی جان کی حفاظت کرو، کیونکہ تم ہمارے ساتھ آئے تھے تاکہ خوشی و عافیت ملے، اب اپنی جان خطرے میں نہ ڈالو۔

جون نے عرض کی: اے فرزند پیغمبرؐ! میں خوشی و مسرت کے زمانے میں تو آپ کے ساتھ رہوں، اور جب آپ پر مشکل وقت آ پہنچا ہے تو آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں!

﴿اِنَّ ریحتی لمنتن و ان حسبی للئیم و لونی لاسود﴾۔

خدا کی قسم اگر چہ میرا جسم بدبودار ہے، میرا حسب نسب پست اور میرا رنگ سیاہ ہے، لیکن آپ مجھ پر احسان فرمائیں اور مجھے جنت کی جاودانی زندگی سے بہرہ مند فرمائیں، تاکہ میرا جسم خوشبودار ہو جائے۔ میرا حسب ونسب شریف اور میرا چہرہ نورانی ہو جائے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک آپ سے دور نہیں ہوں گا، جب تک میرا سیاہ خون آپ کے پاک خون کے ساتھ غلطان نہ ہو جائے۔ اس کے بعد جون نے جنگ کرنا شروع کی، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہادت کے عظیم مقام پر فائز ہو گئے۔

عمرو بن خالد صیداوی

ان کے بعد عمرو بن خالد صیداوی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! میری جان آپ پر قربان ہو، میں نے پختہ ارادہ کیا ہے کہ انصار میں شامل ہو جاؤں، اور آپ کو اہل بیت اطہارؑ کے درمیان بے یار و مددگار قتل ہوتے نہ دیکھوں۔ تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ، ہم بھی کچھ دیر بعد تم سے آملیں گے۔ عمرو دشمن پر حملہ آور ہوئے، اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن سعد شامی

اس اثنا میں حنظلہ بن سعد شامی امام حسین علیہ السلام کے سامنے ایسی حالت میں آئے کہ اس نے اپنے سینہ کو تلواروں، نیزوں اور تیروں کے مقابل میں سپر بنا رکھا تھا، آپ سپاہِ کوفہ سے مخاطب ہوئے، آیات عذاب کو سپاہ ابن زیاد پر تلاوت کیا، اور انہیں عذاب خداوند سے خوف دلایا۔

ان آیات کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! میں خائف ہوں کہ خدا کا عذاب کہیں تم پر بھی نازل نہ ہو جائے کہ جس طرح گزشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا، جیسے قوم نوح، قوم عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں پر عذاب نازل ہوا۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اے قوم! میں تمہارے بارے میں روزِ قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ تم اپنے چہرے جہنم کی طرف موڑے ہوئے جا رہے ہوں گے، اور کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمہیں خدا کے عذاب سے بچالے۔ اے لوگو! حسین علیہ السلام کو قتل نہ کرو، ورنہ خدا تم پر ایک ایسا عذاب نازل کرے گا کہ جس سے تم ہلاک ہو جاؤ گے، اور وہ شخص گھاٹے میں ہے جو خداوند متعال پر بہتان باندھے۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا اور اپنی آرزو کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: کیا ہم اپنے خالق کی طرف لوٹ نہ جائیں اور اپنے بھائیوں سے ملاقات نہ کریں؟ تو امامؑ نے فرمایا: جاؤ اس طرف کہ جو اس دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، اس سے بہتر ہے، اور اس بادشاہی کی طرف جاؤ جسے کبھی زوال نہیں۔ حنظلہ میدان میں آئے اور بڑی شجاعت سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

نمازِ ظہر عاشورا

جیسے ہی نماز ظہر کا وقت ہوا تو امام حسین علیہ السلام نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ چند اصحاب کے ساتھ ان کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہوں چنانچہ امامؑ نے دیگر چند اصحاب کے ساتھ نمازِ ظہر جماعت کے ساتھ ادا کی۔

اسی اثنا میں دشمن نے امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر برسانا شروع کیے۔ سعید بن عبداللہ آگے بڑھے اور امام حسین علیہ السلام کے مقابل کھڑے ہو کر تیروں کو اپنے سینے

سے روکنے لگے، یہاں تک کہ تیر کھاتے کھاتے نڈھال ہوکر زمین پر گر پڑے۔ اس حالت میں وہ کہہ رہے تھے کہ خدایا اس ظالم قوم پر قوم عاد وثمود کی طرح لعنت فرما، اور میرا سلام اپنے پیغمبرؐ کو پہنچا اور انہیں جو زخم میرے جسم پر لگے ہیں مطلع فرما، کیونکہ میرا مقصد تیرے پیغمبرؐ کی ذریت کی نصرت کرنا، اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے، اور یہ کلمات کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ چنانچہ جس وقت سعید بن عبداللہ کے زخمی جسم کا مشاہدہ کیا گیا تو تلواروں، نیزوں کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیروں کے پھل بدن میں پیوست پائے گئے۔

سوید بن عمرو بن ابی مطاع

اس کے بعد سوید بن عمرو بن ابی مطاع جو کہ ایک شریف النفس اور کثیر الصلوٰۃ شخص تھے، میدان میں آئے، اور شیر کی طرح جنگ میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے شدید سختیوں اور مشکلات میں کافی صبر کیا، یہاں تک کہ زخموں کی تاب نہ لاکر مقتولین کے درمیان گر پڑے۔ وہ ایسی حالت میں تھے کہ ان میں کوئی حرکت دیکھی نہیں جا سکتی تھی۔ اسی اثناء میں انہوں نے ابن زیاد کے سپاہیوں کو یہ کہتے سنا کہ حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔ اس خبر کے سننے سے سوید بے تاب ہوئے اور اپنے جوتے سے خنجر نکال کر دوبارہ جنگ لڑنے میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

راوی کہتا ہے: امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ان کی نصرت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے تھے، کہ جس کو شاعر اس طرح بیان کرتا ہے۔

یعنی امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ایسے شجاع انسان تھے کہ جب انہیں مصیبت کو دفع کرنے کے لئے پکارا جاتا کہ جن کے مقابل دشمنوں کا ایسا گروہ کہ جو پوری طرح

سے مسلح تھے تو ایسے خطرناک وقت میں وہ اپنی زرہوں کو اپنے سینوں پر سجائے اور اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلتے تھے۔

شہادتِ علی اکبرؑ

جب امام حسین علیہ السلام کے باوفا ساتھیوں کے بدن کے ٹکڑے ہو گئے، اور سب خاک کربلا پر سو گئے، اہل بیتؑ کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو اس وقت حضرتؑ کے فرزند علی بن الحسینؑ کہ جن کا چہرہ تمام لوگوں سے خوبصورت تھا اور جن کا اخلاق سب سے اعلیٰ تھا، اپنے باپ کی خدمت میں آئے اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ امام حسین علیہ السلام نے بغیر کسی بہانے کے آپ کو اذن دے دیا۔ ﴿ثُمَّ نَظَرَ اِلَیْهِ نَظَرُ آیِسٍ مِنْهُ﴾ اس کے بعد حسرت بھری نگاہ ان کے وجود پر ڈالی، اور بے اختیار آنسو چہرے پر جاری ہو گئے اور کہا:

﴿اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ فَقَدْ بَرَزَ اِلَیْهِمْ غُلَامٌ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَ خُلْقًا وَ مَنْطِقًا بِرَسُوْلِکَ وَ کُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلَیْهِ﴾۔

خداوندا! گواہ رہنا کہ اب میں ایسا جوان اس قوم ظالم کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جو صورت، سیرت اور گفتار میں تیرے رسولؐ سے سب سے زیادہ شباہت رکھتا ہے، اور جب کبھی ہم پیغمبرؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس جوان کو دیکھ لیتے تھے۔۔۔ اس کے بعد عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور بلند آواز سے کہا: ﴿یَابْنَ سَعْدٍ قَطَعَ اللّٰهُ رَحِمَکَ کَمَا قَطَعْتَ رَحِمِی﴾ اے سعد کے بیٹے! خدا تیری نسل کو ختم کرے جس طرح تو نے میری نسل اس جوان سے ختم کی ہے۔ اس وقت علی بن الحسین دشمن کے نزدیک پہنچے اور جنگ کی، اور بہت سخت لڑائی کی اور کثیر تعداد میں دشمن کو قتل کیا، اور پھر اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

﴿یَا اَبَةَ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِیْ وَ ثِقُلُ الْحَدِیْدِ قَدْ اَجْهَدَنِیْ فَهَلْ اِلٰی شَرْبَةٍ مِنَ الْمَاءِ سَبِیْلٌ؟﴾

اے بابا جان! پیاس نے مجھے مار ڈالا، اور اسلحہ کے بوجھ نے تھکا دیا، کیا تھوڑا سا پانی ممکن ہے کہ جو مجھے پیاس سے نجات دے۔

امام حسین علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا: میرے پیارے بیٹے واپس چلے جاؤ۔ ذرا دیر جنگ کرو، کیونکہ وہ وقت قریب آچکا ہے کہ تم اپنے جد بزرگوار حضرت محمدؐ سے ملاقات کرو، اور ان کے دست مبارک سے ایسا جام کوثر پیو گے، کہ جس کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

علی اکبرؑ دوبارہ میدان میں بڑی فداکاری کے ساتھ آئے اور آرزو شہادت دل میں لئے ہوئے اور بہت شدت سے دشمن پر یلغار کی، اچانک منقذ بن مرہ عبدی لعنۃ اللہ نے ایسا نیزہ مارا کہ جس کے لگنے سے لڑنے کی طاقت ختم ہوگئی، زمین پر گر پڑے اور فریاد کی:

﴿یَا اَبَتَاهُ عَلَیْکَ مِنِّی السَّلَامُ هٰذَا جَدِّیْ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ لَکَ عَجِّلِ الْقُدُوْمَ اِلَیْنَا﴾

بابا جان! آپ پر میرا آخری سلام، خدا حافظ۔ یہ میرے جد بزرگوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرما رہے ہیں: اے حسین جلدی ہمارے پاس آجاؤ۔

امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے سرہانے بیٹھ گئے۔ ﴿وَ وَضَعَ خَدَّهٗ عَلٰی خَدِّهٖ﴾ اور اپنا رخسارہ علی اکبرؑ کے رخسار پر رکھ کر فرمایا: ﴿قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوْکَ﴾ پیارے بیٹے خدا اس قوم کو ہلاک کرے، جس نے تمہیں قتل کیا۔

یہ قوم خدا پر کتنی گستاخ اور حرمت رسول خداﷺ کو پامال کرنے والی ہے۔ ﴿عَلَی الدُّنیَا بَعدَکَ العَفا﴾ اے میری آنکھوں کے نور تیرے بعد اس دنیا پر خاک ہو۔

راوی کہتا ہے: حضرت زینب سلام اللہ علیہا خیموں سے باہر آئیں اور میدان کی طرف چلیں اور دردناک آواز میں کہہ رہی تھی: ﴿یَا حَبِیبَاہُ یَا ابنَ اَخَاہُ﴾ جب بھتیجے کی لاش پر پہنچیں تو خود کو اکبرؑ کی لاش پر گرا دیا جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی۔ امام حسین علیہ السلام آئے اور ان کو مستورات کے خیموں میں لے گئے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے اہل بیتؑ ایک دوسرے کے بعد میدان میں جاتے رہے، یہاں تک کہ ان مین سے ایک جماعت سپاہ ابن زیاد کے ہاتھوں قتل ہوگئی۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے آواز دی: اے میرے چچازاد، بھائیو اور اے میرے اہل بیتؑ صبر کرو۔ خدا کی قسم آج کے بعد ہرگز ذلت وخواری نہیں دیکھو گے۔

شہادتِ حضرت قاسمؑ

راوی کہتا ہے: ایک ایسا تیرہ سالہ نوجوان میدان میں آیا کہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا، اس نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ ابن فضیل ازدی نے اس کے سر پر تلوار ماری، اور اس کے سر کو شگافتہ کر ڈالا، اس نے زمین پر گرتے ہوئے، آواز دی: یا عماہ!۔

امام حسین علیہ السلام شکاری باز کی طرح بہت تیزی کے ساتھ میدان میں آئے اور غضبناک شیر کی طرح اس سپاہ پر حملہ کیا، اور اپنی تلوار سے ابن فضیل پر وار کیا، اور اس نے اپنے ہاتھ کو ڈھال بنایا اور اس کا ہاتھ کہنی سے جدا ہوگیا، اور اس نے فریاد کی، جو اس کے لشکر والوں نے سنی، اور اہل کوفہ نے حملہ کیا تاکہ اسے نجات دیں، لیکن وہ گھوڑوں کی

ٹاپوں سے کچلا گیا۔

راوی کہتا ہے: جب گرد و غبار زمین پر بیٹھ گئی تو میں نے دیکھا حسین علیہ السلام اس جوان کے سرہانے کھڑے ہیں، اور وہ جان کنی کے عالم میں اپنے پاؤں کو زمین پر رگڑ رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿بُعْدًا لِقَوْمٍ قَتَلُوكَ وَ خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَدُّكَ وَ اَبُوكَ﴾

رحمت خداوند سے محروم رہیں وہ لوگ، جنہوں نے تم کو قتل کیا، اور قیامت کے روز تیرے قاتلوں سے دشمنی کرنے والے تیرے جد بزرگوار اور تیرے باپ ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا:

﴿عَزَّ وَاللّٰهِ عَلٰى عَمِّكَ اَنْ تَدْعُوَهُ فَلَا يُجِيبُكَ اَوْ يُجِيبُكَ فَلَا يَنْفَعُكَ صَوْتُهُ﴾

خدا کی قسم یہ وقت تیرے چچا پر بہت سخت ہے کہ تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے یا جواب دے جب تیرے لئے فائدہ منت نہ ہو۔ خدا کی قسم آج وہ دن ہے کہ تیرے چچا کے دشمن زیادہ اور مددگار کم ہیں۔ اس کے بعد اس جوان کی لاش کو اپنے سینہ سے لگایا، اور اپنے اہل بیتؑ کے مقتولین کے درمیان لے گئے اور زمین پر رکھ دیا۔

جب امام حسین علیہ السلام کے تمام جاں نثار شربت شہادت نوش کر چکے، تو آپ راہِ خدا میں جانبازی اور شہادت کے لئے تیار ہوئے اور بلند آواز میں فرمایا:

﴿هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ؟ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللّٰهَ فِينَا؟ هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يَرْجُوا اللّٰهَ بِاِغَاثَتِنَا؟﴾

کیا کوئی ہے کہ جو دشمنوں کو حرم رسول اللہؐ سے دور کرے؟ کیا کوئی خدا پرست

ہے جو ہمارے حق میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ہے جو خدا کی خاطر ہماری مدد کرے؟ یہ کلام مستورات نے سنا تو بلند آواز سے رونے لگیں۔

شہادت طفل شیر خوار

امام حسین علیہ السلام خیمے کے دروازے پر آئے اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

﴿نَاوِلِينِي وَلَدِيَ الصَّغِيرَ حَتّٰى اُوَدِّعَهُ﴾ میرا ننھا اصغر مجھے دے دو، تا کہ اس کو وداع کروں۔ بچے کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور چاہتے تھے کہ اسے بوسہ دیں کہ اچانک حرملہ بن کاھل اسدی لعنہ اللہ نے اس کو تیر کا ہدف قرار دیا۔ وہ تیر اس معصوم کے حلق پر جا لگا اور وہ دنیا سے چل بسا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اس بچہ کو لے لو اور پھر اپنا ہاتھ اس کے گلے کے نیچے لے جاتے، اور جب آپ کے ہاتھ خون سے بھر جاتے تو آسمان کی طرف پھینک کر فرماتے یہ مصائب مجھ پر آسان ہیں، کیونکہ یہ خدا کی راہ میں ہیں اور خدا دیکھ رہا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ خون جو امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف پھینکا اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہ آیا۔

فداکاری و شہادت قمر بنی ہاشمؑ

راوی کہتا ہے: جب پیاس کا امام حسین علیہ السلام پر غلبہ ہوا تو آپ اپنے بھائی عباس علیہ السلام کے ہمراہ نہر فرات پر تشریف لائے۔ ابن سعد کے سپاہی حرکت میں آ گئے، اور ان کا راستہ روک دیا۔ قبیلہ بنی دارم کے ایک شخص نے ان کی طرف تیر پھینکا کہ

حضرتؐ کے (دھن اقدس پر) جالگا۔ امام حسین علیہ السلام نے تیر کو کھینچا، اور خون چلو میں لیا، اور جب چُلو بھر گیا تو اسے پھینک کر فرمایا: خداوندا میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں۔ ان لوگوں کے ان مظالم کی جو انہوں نے تیرے پیغمبرؐ کے بیٹے پر کئے ہیں۔ اس کے بعد فوجوں نے عباسؑ اور حسین علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈال دی، اور عباسؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا، یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام ان کی شہادت پر بہت روئے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پر شاعر کہتا ہے:

ترجمہ :۔ سب سے زیادہ روئے جانے کے وہ مستحق ہیں کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو اپنی مصیبت پر رلایا۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے بھائی اور ان کے باپ کے بیٹے یعنی ابو الفضل ہیں، جو خون میں غلطان تھے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ وفا داری کی، اور کوئی چیز اس کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ فدا کاری کرنے سے منصرف نہ کر سکی، اور پیاس کی حالت میں آپ فرات پر پہنچے اور چونکہ امام حسین علیہ السلام پیاسے تھے، لہٰذا پانی نہ پیا۔

شجاعتِ امام حسین علیہ السلام

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے لشکر کو جنگ کے لئے طلب کیا، اور جو شخص ان کے مقابلہ میں آتا تھا اسے قتل کر دیتے، یہاں تک کہ کثیر تعداد کو قتل کیا اس وقت فرماتے تھے:

﴿اَلْمَوْتُ اَوْلٰی مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ وَ الْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ﴾

قتل ہونا ذلت قبول کرنے سے بہتر ہے
لیکن ذلت قبول کرنا جہنم میں جانے سے بہتر ہے۔

ایک راوی کہتا ہے: خدا کی قسم ہرگز میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ دشمن کی فوجوں نے اس کا احاطہ کر رکھا ہو، اس کی اولاد اور مددگاروں کو قتل کر دیا گیا ہو، اور اس حال میں امام حسین علیہ السلام سے زیادہ شجاع ہو۔ جس وقت دشمن کے لشکر ان پر حملہ کرتے تو وہ تلوار نکال کر ان پر حملہ آور ہوتے تھے، اور دشمن ان بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگتے تھے جو بھیڑیئے کے خوف سے بھاگتی ہیں، حضرتؑ جس جماعت سے برسر پیکار تھے ان کی تعداد تیس (۳۰,۰۰۰) ہزار تھی، اور اس کے بعد حضرتؑ اپنی مرکزی جگہ پر واپس آ جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے:

﴿لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾

اور مسلسل ان سے جنگ کرتے رہے، یہاں تک کہ دشمنوں کے لشکر خیموں پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے، تو امام حسین علیہ السلام نے بلند آواز میں فریاد کی:

﴿وَيْلَكُمْ يَا شِيْعَةَ آلِ اَبِيْ سُفْيَانَ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ دِيْنٌ وَ كُنْتُمْ لاَ تَخَافُوْنَ الْمَعَادَ فَكُوْنُوْا اَحْرَارًا فِيْ دُنْيَاكُمْ﴾

وائے ہو تم پر اے آل ابوسفیان کے ماننے والو! اگر دیندار نہیں ہو، اور قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے تو کم از کم اپنی دنیا میں تو آزاد بن کر رہو۔ شمر نے کہا: اے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے فرزند کیا کہتے ہو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اُقَاتِلُكُمْ وَ قَاتِلُوْنِيْ وَالنِّسَاءُ لَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ﴾

میں تم سے جنگ کر رہا ہوں، اور تم مجھ سے جنگ کرو۔ عورتوں کا تو کوئی قصور نہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہارے سرکش، نادان اور ظالم میرے حرم کے قریب نہ جائیں۔

شمر نے کہا: ہم یہ بات قبول کرتے ہیں۔ اس کے بعد فوجیں آپ سے جنگ

کرنے ، اور آپ کو شہید کرنے کے لئے بڑھیں۔ امام حسین علیہ السلام نے ان پر حملہ کیا۔ انہوں نے بھی حضرتؑ پر حملہ کیا۔ اس موقع پر امام حسین علیہ السلام ان سے پانی مانگتے تھے، لیکن وہ انکار کرتے تھے، یہاں تک کہ بہتر (۷۲) زخم آپ کے جسم مبارک پر لگے۔ ﴿فَوَقَفَ یَسْتَرِیْحُ سَاعَةً وَ قَدْ ضَعُفَ عَنِ الْقِتَالِ﴾ جنگ سے تھک گئے تو ایک لحظہ آرام کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آرام کرنے کے لئے کھڑے تھے کہ ایک پتھر حضرتؑ کی پیشانی پر لگا، اور خون جاری ہوگیا۔ عبا کے دامن سے اپنی پیشانی کا خون صاف کرنا چاہتے تھے، کہ اچانک زہر آلود سہ شعبہ تیر آیا، اور حضرتؑ کے قلب اطہر میں لگا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾

اس کے بعد آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا: خداوندا تو جانتا ہے کہ یہ لشکر اس کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس کے علاوہ روُی زمین پر کوئی نبی کا نواسہ نہیں ہے۔ اس کے بعد تیر کو پشت کی طرف سے باہر نکالا اور خون فوارے کی مانند جاری ہوا، اور اس کے اثر سے لڑنے کی طاقت ختم ہوگئی۔ آپ کھڑے ہوگئے، جو شخص بھی آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے بڑھتا، وہ فوراً پیچھے ہٹ جاتا تاکہ حسین علیہ السلام کا خون اپنی گردن پر نہ لے، یہاں تک کہ قبیلہ کندہ کا ایک شخص مالک بن یسیر آگے بڑھا، اور اس نے تلوار سے حضرتؑ کے سر پر حملہ کیا، تلوار نے حضرتؑ کے عمامے کو پارہ پارہ کر دیا اور حضرتؑ کا عمامہ خون سے بھر گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے رومال طلب کیا اور سر پر باندھا۔ ٹوپی طلب کی، اس کو سر پر رکھا، عمامہ سر پر باندھا، لشکر ابن زیاد تھوڑی دیر کے لئے رُکا، اور دوبارہ واپس آ گیا۔

امام حسین علیہ السلام کو نرغہ میں لے لیا۔

شہادت عبداللہ بن الحسنؑ

عبداللہ بن الحسنؑ بن علیؑ جو ابھی نابالغ تھے، مستورات کے خیموں سے باہر آئے، اور امام حسین علیہ السلام کی طرف تیزی سے بڑھے، اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ان کو روکنا چاہا، لیکن بچے نے سختی سے انکار کیا، اور کہا: خدا کی قسم میں اپنے چچا سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔

اس وقت ابجر بن کعب اور ایک قول کے مطابق حرملہ بن کاھل لعنۃ اللہ علیہما نے امام حسین علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کرنا چاہا، اس بچے نے کہا: وای ہو تجھ پر اے حرام زادے کیا میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے؟

لیکن اس حرام زادے نے امام حسین علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا، بچے نے اپنا ہاتھ تلوار کے آگے بڑھا دیا، بچے کا ہاتھ کٹ گیا، اور اس کی آواز بلند ہوئی، یا اماہ! امام حسین علیہ السلام نے اس کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا:

بھتیجے تم پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس پر صبر کرو، اور خدا سے طلب خیر کرو، خدا تمہیں تمہارے سلف صالح سے ملحق فرمائے۔ اچانک حرملہ بن کاھل نے ایک تیر مارا، اور اسے اپنے چچا حسین علیہ السلام کے دامن میں ہی شہید کر دیا۔

اس کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے خیموں پر حملہ کیا اور اس نے اپنے نیزے سے سوراخ کر دیا، اور کہا: آگ لے آؤ تا کہ ان خیموں کو جلا دیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اے ذی الجوشن کے بیٹے! تو آگ مانگتا ہے کہ میرے اہل بیتؑ کے خیموں کو جلائے۔ خدا تجھے جہنم کی آگ میں جلائے۔ شیث آیا اور شمر کے اس عمل پر مذمت

کرنے لگا جس کے نتیجے میں شمر کو حیا آ گئی، اور وہ اس عمل سے منصرف ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ایسا لباس لاؤ جس کی کوئی قیمت نہ ہو اور کوئی اس میں رغبت نہ کرے تا کہ میں اپنے لباس کے نیچے اسے پہنوں، اور میرا بدن برہنہ نہ رہے۔ ایک تنگ لباس حضرت کی خدمت میں لایا گیا فرمایا: یہ لباس مجھے نہیں چاہیئے، چونکہ یہ لباس ذلیل لوگوں کا ہے، اور پُرانا لباس لیا اور اس کو جگہ جگہ سے چاک کر کے لباس کے نیچے زیب تن فرمایا:

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے ایک یمنی لباس طلب کیا، اور اس کو زیب تن فرمایا: لباس کو پارہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرتؑ کی شہادت کے بعد دشمن حضرت کے بدن سے لباس نہ اتاریں، لیکن حضرتؑ کے قتل ہونے کے بعد اس لباس کو ابحر بن کعب نے حضرتؑ کے بدن سے اُتار لیا، اور امام حسین علیہ السلام کو برہنہ زمین پر چھوڑ دیا، لیکن اس عمل کے نتیجہ میں اس کے دونوں ہاتھ گرمی کے موسم میں خشک لکڑی کی طرح سوکھ جاتے تھے، اور سردی میں ان سے پیپ اور خون آتا تھا اور وہ اسی حالت میں ہلاک ہو گیا۔

راوی کہتا ہے: زخموں کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کا بدن کمزور ہو چکا تھا، اور دشمن کے تیر حضرتؑ کے بدن اطہر پر اس طرح تھے جس طرح ساہی کا بدن کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔

صالح بن وھب مزنی نے حضرتؑ کے پہلو پر نیزہ مارا کہ حضرت گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ اس طرح گرے کہ دایاں رخسار زمین پر آ لگا۔ اس حال میں فرماتے تھے:

﴿بِسمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُولِ اللّٰہِ﴾ اس کے بعد زمین پر کھڑے ہو گئے۔ اسی موقعہ پر حضرت زینب سلام اللہ علیہا خیمے سے باہر آئیں اور بلند

آواز سے فریاد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وا اخاۃُ وا سَیدَۃُ وا اَھلَ بَیتَاہُ﴾ اور کہتی تھیں:

﴿لَیتَ السَّمَاءُ اُطبِقَتْ عَلَی الاَرضِ وَ لَیتَ الجِبَالُ تَدَکدَکَتْ عَلَی السَّھلِ﴾

اے کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اور پہاڑ آپس میں ٹکرا کر زمین پر گر پڑتے۔

اس وقت شمر نے اپنی فوج میں بلند آواز سے کہا: اب کیا انتظار ہے حسین علیہ السلام کا کام تمام کیوں نہیں کرتے؟ لشکر نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ زرعہ بن شریک نے امام حسین علیہ السلام کے بائیں شانے پر تلوار ماری، حضرتؑ نے بھی تلوار سے اس پر حملہ کیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ایک دوسرے شخص نے امام حسین علیہ السلام کے کندھے پر تلوار ماری، حضرتؑ منہ کے بل زمین پر گر پڑے، اور پھر جب اٹھنا چاہا تو بڑی مشکل سے اٹھے، لیکن پھر شدید کمزوری کی وجہ سے زمین پر گر پڑتے۔ سنان بن انس نخعی نے امام حسین علیہ السلام کے گلے پر نیزہ مارا اور پھر باہر نکال لیا اور پھر حضرتؑ کے سینہ پر نیزہ مارا، پھر ایک تیر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھنکا، اور وہ تیر حضرت کے گلے میں لگا جس کی وجہ سے زمین پر گر پڑے، پس اٹھے اور بیٹھ گئے اور تیر گلے سے نکالا، تو بہنے والے خون کو سر اور داڑھی پر ملتے ہوئے فرمایا: میں اسی حالت میں خدا سے ملاقات کروں گا کہ میرے حق کو غصب کیا گیا ہے۔

عمر بن سعد نے اپنے دائیں طرف کھڑے شخص سے کہا: وائے ہو تم پر! جلدی سے حسین (علیہ السلام) کو قتل کرو۔ خولی بن یزید اصبحی نے چاہا کہ سر کو امام حسین علیہ السلام کے بدن سے جدا کرے لیکن اس کا بدن لرزنے لگا، اور وہ واپس چلا گیا۔ سنان بن انس نخعی اترا، اور امام حسین علیہ السلام کے گلے پر تلوار ماری اور کہا خدا کی قسم میں آپ کے سر کو جدا

کروں گا۔ جب کہ میں جانتا ہوں، کہ آپ فرزند پیغمبر ہیں، اور ماں باپ کی طرف شریف ونجیب انسان ہیں۔

اس کے بعد حضرتؑ کے سر اقدس کو بدن سے جدا کیا، اس مقام پر شاعر کہتا ہے:

فَاَیُّ رَزِیَّۃٍ عَدلَت حُسَیْنًا غَدَاۃً تبیرُہُ کَفّا سَنَانِ

ترجمہ: کون سی مصیبت ہے جو حسین علیہ السلام کی مصیبت کی برابری کر سکے کہ جس دن سنان بن انس کے نجس ہاتھوں نے حضرتؑ کو شہید کیا، اور سر اقدس کو بدن سے جدا کیا۔

ابو طاہر محمد بن حسن ترسی اپنی کتاب [معالم الدین] میں روایت کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو فرشتے فریاد کرتے ہوئے کہنے لگے: خدایا! حسین علیہ السلام تیرا خاص بندہ ہے، اور تیرے پیغمبرؐ کے نواسہ ہیں جن کو ان لوگوں نے شہید کیا ہے۔ خداوند کریم نے حضرت قائم امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی تصویر انہیں دکھائی اور فرمایا: اس شخص کے ہاتھوں سے امام حسین علیہ السلام کا انتقام ان کے دشمنوں سے لوں گا۔

اور روایت میں ہے کہ سنان بن انس کو مختار نے گرفتار کیا اور اس کی انگلیوں کو جوڑ سے جدا کیا اور اس کے بعد اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ دیا اور ایک دیگ میں زیتون کا تیل ڈال کر آگ پر رکھا جب وہ تیل ابلنے لگا تو سنان کو اس میں پھینک دیا اور وہ حرام زادہ حالت اضطراب میں رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت سیاہ رنگ کی آندھی چلی کہ جس کی وجہ سے آسمان پر اندھیرا چھا گیا اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لشکر نے یہ خیال کیا کہ ان پر عذاب نازل

ہو رہا ہے۔ کچھ دیر یہی کیفیت رہی، یہاں تک کہ آندھی رک گئی۔

امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات

ھلال بن نافع روایت کرتا ہے کہ میں عمر بن سعد کے لشکر میں کھڑا تھا اچانک ایک شخص نے بلند آواز میں کہا: اے امیر! تجھے بشارت ہو کہ شمر نے حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ میں لشکر کی صف سے نکل کر حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہو گیا، میں نے دیکھا کہ حضرتؑ جاں کنی کے عالم میں ہیں۔

﴿فَوَ اللّٰهِ مَا رَاَيْتُ قَطُّ قَتِيْلاً مُضَمَّخًا بِدَمِهٖ اَحْسَنَ مِنْهُ وَلاَ اَنْوَرَ وَجْهًا لَقَدْ شَغَلَنِىْ نُوْرُ وَجْهِهٖ وَ جَمَالُ هَيْاَتِهٖ عَنِ الْفِكْرَةِ فِىْ قَتْلِهٖ﴾

خدا کی قسم میں نے ہرگز ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا چہرہ خاک و خون میں غلطاں ہونے کے باوجود بھی اتنا نورانی ہو، اسی لیے میں آپ کو قتل کرنے کی فکر سے غافل ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام اس حال میں پانی طلب کر رہے تھے۔

پس میں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم تم پانی کا قطرہ نہ پاؤ گے، یہاں تک کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ، اور وہاں گرم پانی سے سیراب ہو، امامؑ نے فرمایا: میں دوزخ میں نہ جاؤں گا، بلکہ اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ کے پاس جاؤں گا، اور ان کے ساتھ ان کے مکان میں رہوں گا، اور جام شیرین پیوں گا، اور وہ مظالم کہ جو تم نے مجھ پر کئے ہیں اس کی شکایت کروں گا۔ ھلال کہتا ہے کہ لشکر والے اس کلام کے سننے سے غضبناک ہوئے، اس طرح کہ گویا خدا نے ان کے دل میں رحم قرار نہیں دیا تھا، اور اس حال میں کہ جب امام حسین علیہ السلام ان سے گفتگو کر رہے تھے ان کے بدن اطہر سے ان کے سر کو جدا کیا۔ مجھے ان کی بے رحمی پر تعجب ہوا، اور میں نے کہا: کسی کام میں تمہارا ساتھ

نہیں دوں گا۔

شہادت کے بعد کے حالات

اس کے بعد ابن سعد کے لشکر نے امام حسین علیہ السلام کو برہنہ کرنا شروع کر دیا۔ قمیص کو اسحاق بن حویہ حضرمی لے گیا، اور جب اس نے یہ قمیص پہنی تو برص کی بیماری میں مبتلا ہوا، اور اس کے بدن کے تمام بال گر گئے۔ روایت میں ہے کہ حضرتؑ کی قمیص میں ایک سو انیس (۱۱۹) کے قریب تلوار، تیر اور نیزوں کے نشان تھے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: امام حسین علیہ السلام کے بدن میں تینتیس (۳۳) نیزوں کے زخم اور چونتیس (۳۴) زخم تلواروں کے نمایاں تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی شلوار ابحر بن کعب تمیمی لے گیا۔ روایت میں ہے کہ لے جانے کے بعد اس کی دونوں ٹانگیں شل ہو گئیں جس کی وجہ سے چلنے کے قابل نہ رہا۔

امام حسین علیہ السلام کا عمامہ اخنس بن مرثد بن علقمہ لے گیا۔ ایک قول کے مطابق جابر بن یزید اودی نے لیا، اور اسے سر پر باندھا تو پاگل ہو گیا۔

اور حضرتؑ کے جوتے اسود بن خالد لے گیا۔ انگوٹھی کو بجدل بن سلیم کلبی لے گیا، اس نے انگوٹھی کی خاطر حضرتؑ کی انگلی کو بھی کاٹ دیا۔ اس بجدل بن سلیم کو حضرت مختارؒ نے گرفتار کیا اور اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے، اور اسی حالت میں اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے خون میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام کی مخمل چادر جو خز شہر سے تھی قیس بن اشعث لے گیا۔ حضرتؑ کی زرہ جس کا نام بتراء تھا عمر بن سعد لے گیا، اور جب عمر مارا گیا تو مختارؒ نے وہ زرہ اس کے قاتل ابی عمرہ کو بخش دی۔ امام حسین علیہ السلام کی تلوار جمیع بن خلق اودی اور ایک قول کے

مطابق قبیلہ بنی تمیم کا ایک آدمی لے گیا جس کو اسود بن حنظلہ کہتے تھے۔ اور روایت ابن ابی سعد میں ہے کہ حضرتؑ کی تلوار فلافس نھشلی لے گیا، اور محمد بن زکریا اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ وہ تلوار اس کے بعد حبیب بن بدیل کی بیٹی کو ملی۔

خیام کی تاراجی اور آتش زدگی

راوی کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک کنیز خیموں سے نکل آئی۔ ایک شخص نے اس سے کہا: تیرے آقا حسین (علیہ السلام) شہید کر دیئے گئے۔ کنیز یہ سن کر بلند آواز میں بین کرتی ہوئی، مستورات کی طرف چلی گئی، اور تمام مستورات امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سن کر، آہ و زاری کرنے لگیں، اس کے بعد فوجیں بڑی تیزی سے لوٹنے کے لئے داخل ہوئیں۔ دخترانِ پیغمبرؐ خیموں سے نکلیں سبھی بلند آواز سے گریہ کر رہی تھیں، اور اپنے عزیزوں اور مددگاروں کی جدائی پر بین کر رہی تھیں۔

حمید بن مسلم روایت کرتا ہے کہ جب طائفہ بنی بکر بن وائل کی ایک عورت جو اپنے شوہر کے ساتھ عمر سعد کے لشکر میں تھی، دیکھا کہ اشقیاء خیموں کو تاراج کر رہے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر خیموں کی طرف آئی اور کہنے لگی: اے قبیلہ بکر بن وائل! کیا تم میں غیرت اور جوانمردی نہیں ہے کہ تم اس سرزمین پر موجود ہو، اور پیغمبرؐ کی بیٹیوں کی چادریں لوٹی جا رہی ہیں؟ اس کے بعد فریاد کرتے ہوئے کہا: ﴿**لاَ حُكْمَ اِلاَّ لِلّٰهِ يَا لَثَارَتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ**﴾ اس عورت کا شوہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خیموں میں واپس لے گیا۔

راوی کہتا ہے: خیموں کو لوٹنے کے بعد ان میں آگ لگا دی گئی، اور مخدراتِ عصمت و طہارت برہنہ سر اور برہنہ پا اس حال میں خیموں سے روتی ہوئیں باہر آئیں کہ

ان کی چادریں چھن چکی تھیں، قیدی بن کر چلیں اسی حال میں لشکر اشقیاء سے کہنے لگیں: تمہیں خدا کا واسطہ ہمیں شہداء کی لاشوں کے قریب سے لے چلو، جب مقتل میں پہنچیں اور سب شہداء پر نگاہ پڑی تو سب نے بلند آواز سے رونا شروع کیا، اور اپنے چہروں پر طمانچے مارنے لگیں۔

جناب زینبؑ کا بھائی کی لاش پر گریہ

﴿یَا مُحَمَّدَاهُ صَلّٰی عَلَیْکَ مَلَائِکَۃُ السَّمَاءِ هٰذَا حُسَیْنٌ مَرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ وَ بَنَاتُکَ سَبَایَا﴾

ترجمہ :۔ راوی کہتا ہے: خدا کی قسم میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے وہ بین کبھی فراموش نہیں کروں گا۔ جو انہوں نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کی لاش پر کیئے آپ غمناک انداز سے بین کرتیں تھیں۔ یا محمداہ! اے جد بزرگوار آپؐ پر آسمان کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اور یہ آپ کا حسین علیہ السلام ہے کہ جو ریت پر اپنے خون میں غلطان ہے، اس کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں، اور یہ تیری بیٹیاں ہیں جو اسیر ہو چکی ہیں۔ میں ان مظالم پر خدا، محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہؑ، اور حمزہ سید الشہداءؑ کی بارگاہ میں شکایت کرتی ہوں۔ یا محمداہ! یہ آپ کا حسینؑ ہے کہ جو سرزمین کربلا پر برہنہ وعریان پڑا ہے اور بادِ صبا اس پر خاک ڈال رہی ہے۔ یہ آپ کا حسینؑ ہے جو حرام زادوں کے ظلم وستم کی بنا پر قتل کیا گیا۔ واحزناہ واکرباہ! گویا آج کے دن میرے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اس دنیا سے گئے ہیں۔

اے محمدؐ کے اصحاب! یہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی اولاد ہے جن کو قیدیوں کی طرح قید کر کے لے جا رہے ہیں۔ دوسری روایت میں منقول ہے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا

نے عرض کیا: یا محمداہ! آج آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں، اور بیٹے قتل ہوئے، اور بادِ صبا ان کے بدن پر خاک ڈال رہی ہے۔ یہ آپ کا حسینؑ ہے جس کا سر پس گردن سے جدا کیا گیا۔ اور اس کا عمامہ اور چادر لوٹ لی گئی۔ میرے ماں، باپ قربان ہوں اس پر کہ جس کے لشکر کو سوموار کے دن دو پہر کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ میرے ماں، باپ قربان ہوں اس پر کہ جس کے خیموں کو جلا دیا گیا۔

﴿بِاَبِیْ مَنْ لَا غَائِبٌ فَیُرْتَجٰی وَلَا جَرِیْحٌ فَیُتَدَاوٰی﴾

میرے باپ اس پر قربان جس کا وجود ایسا نہیں جس کے واپس آنے کی امید کی جا سکے اور جس کے زخم ایسے نہیں کہ جن کا علاج کیا جا سکے۔ میرے ماں، باپ اس پر قربان جس پر میں خود بھی فدا ہونا پسند کرتی تھی۔

﴿بِاَبِی الْمَهْمُوْمِ حَتّٰی قَضٰی بِاَبِی الْعَطْشَانِ حَتّٰی مَضٰی﴾

میرے ماں، باپ اس پر قربان کہ جس کا دل غم وغصہ سے بھرا ہوا تھا، اور اسی حال میں دنیا سے چلا گیا۔ میرے ماں، باپ فدا اس پر کہ جس کو تشنہ لب شہید کر دیا گیا۔ میرے ماں، باپ فدا اس پر کہ جس کے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ پیغمبرؐ خدا ہے۔ ﴿بِاَبِیْ مَنْ هُوَ سِبْطُ نَبِیِّ الْهُدٰی بِاَبِیْ مُحَمَّدٍ مُصْطَفٰی بِاَبِیْ خَدِیْجَةَ الْکُبْرٰی بِاَبِیْ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی بِاَبِیْ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ سَیِّدَةِ النِّسَاءِ بِاَبِیْ مَنْ رُدَّتْ لَهُ الشَّمْسُ حَتّٰی صَلّٰی﴾۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم جناب زینب سلام اللہ علیہا کے آہ وبکاء نے دوست و دشمن سب کو رولا دیا۔

اس کے بعد جناب سکینہ سلام اللہ علیہا اپنے باپ کی لاش سے لپٹ گئیں۔ ایک گروہ عرب کا آیا، اس نے سکینہؑ کو باپ کی لاش سے جدا کیا۔

اس کے بعد عمر بن سعد نے اپنی فوج میں اعلان کیا: کون تیار ہے کہ جو حسین (علیہ السلام) کے بدن پر گھوڑے دوڑائے۔ دس (۱۰) آدمیوں نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا، ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ اسحاق بن حربہ (کہ جس نے حضرتؑ کی قمیص چھینی تھی)

۲۔ اخنس بن مرثد۔ ۳۔ حکیم بن طیفل سبنی۔

۴۔ عمر بن صبیح صیدادی۔ ۵۔ رجاء بن منقذ۔

۶۔ سالم بن خثیمہ جعفی۔ ۷۔ واحظ بن ناعم۔

۸۔ صالح بن وھب جعفی۔ ۹۔ ھانی بن شبث حضرمی۔

۱۰۔ اسید بن مالک (لعنھم اللّٰہ)

خدا ان سب پر لعنت کرے کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے بدنِ اطہر کو اس طرح گھوڑوں کے سموں سے پامال کر دیا، اور آپ کے سینے اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

یہ دس آدمی کوفہ میں آ کر ابن زیاد کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

اسید بن مالک کہ جو انہی میں سے تھا، کہنے لگا: ابن زیاد نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم وہ افراد ہیں جنہوں نے بدنِ حسین علیہ السلام پر گھوڑے دوڑائے اور ان کے سینے اور پشت کی ہڈیوں کو چور چور کر ڈالا۔ ابن زیاد نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی، اور بہت کم انعام انہیں دیا۔ ابو عمرو زاھد کہتا ہے کہ میں نے ان دس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب حرام زادے ہیں۔

ان دس آدمیوں کو جناب مختارؒ نے پکڑا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی میخیں لگا کر زمین پر گاڑ دیا، اور حکم دیا کہ ان پر گھوڑے دوڑائے جائیں، یہاں تک کہ

وہ ہلاک ہو گئے۔

لشکر کوفہ پر عذاب

ابن ریاح روایت کرتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے دن کربلا میں حاضر تھا۔ کسی نے اس سے نابینا ہونے کی علت پوچھی، تو اس نے جواب دیا کہ ہم دس آدمی باہم تھے کہ امام حسین (علیہ السلام) کے قتل کرنے کے لئے کربلا میں آئے لیکن میں نے تلوار اور تیزے سے لڑائی نہیں کی۔ جب امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو اپنے گھر واپس آیا اور نمازِ عشاء پڑھ کر سو گیا اور عالم خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا: تجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بلا رہے ہیں۔ اٹھو اور تعمیل کرو، میں نے کہا: مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے کیا کام؟ وہ شخص میرا گریبان کھینچتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس لے گیا۔ میں نے پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ کو صحراء میں بیٹھا ہوا دیکھا، اور آپؐ کی آستین الٹی ہوئی تھیں، ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا، اور ایک فرشتہ ان کے سامنے کھڑا تھا، اس کے ساتھ میں ایک (ہتھیار) آگ کا تھا۔ وہ میرے نو (۹) ساتھیوں کو قتل کر چکا تھا، اور جس کو بھی ضرب لگاتا تھا، اس کو سر سے پاؤں تک آگ گھیر لیتی اور جلا دیتی۔

میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے قریب گیا اور ان کے سامنے دو زانو زمین پر بیٹھ گیا۔ میں نے السلام علیک یا رسول اللہؐ کہا، لیکن آنحضرتؐ نے کوئی جواب نہ دیا، اور کافی دیر تک خاموش رہے۔ اس کے بعد اپنے سر کو بلند کیا اور فرمایا: اے دشمن خدا! تو نے میری ہتک حرمت کی، میری عترت کو قتل کیا اور میرے حق کی رعایت نہیں کی اور جو کچھ کرنا چاہا، وہ کر دکھایا۔

میں نے جواب دیا: یا رسول اللہؐ! خدا کی قسم میں نے آپ کے فرزند کو قتل

کرنے میں تلوار نہیں ماری اور نہ نیزہ مارا اور نہ ہی تیر پھینکا۔ فرمایا: درست ہے، لیکن تو نے میرے حسینؑ کے قاتلوں کی لشکر میں اضافہ کیا۔ میرے قریب آ۔ میں آنحضرتؐ کے قریب گیا میں نے دیکھا ایک طشت خون سے بھرا ہوا، آنحضرتؐ کے سامنے تھا۔ مجھ سے فرمایا: یہ خون میرے حسینؑ کا ہے، اس کے بعد خون میری آنکھوں پر ملا، جب جاگا تو کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا محشر میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے ایک نورانی خیمہ بنایا جائے گا، امام حسین علیہ السلام کو اس حال میں کہ ان کا سر بغیر بدن کے اپنے ہاتھ پر اٹھا کر لائیں گی۔ اور فریاد کریں گی کہ تمام ملائکہ مقربین اور پیغمبرانِ مرسل ان کے رونے سے رونا شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد خداوند متعال فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے حسین علیہ السلام کو بہترین صورت میں ظاہر کرے گا، اور امام حسین علیہ السلام اس حال میں کہ بدن بے سر ہوگا، اپنے قاتلوں سے مقابلہ کریں گے۔ اور خدا قاتلین اور جو لوگ اس کے قتل کے لئے آمادہ تھے اور وہ جو ان کے ساتھ قتل میں شریک ہوئے تھے، تمام کو فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے لائے گا۔ جب حاضر ہوں گے تو میں ان کے ایک ایک فرد کو قتل کروں گا، پھر زندہ ہوں گے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام ان کو قتل کریں گے۔ پھر زندہ ہوں گے، امام حسن علیہ السلام ان کو قتل کریں گے۔ پھر انہیں زندہ کیا جائے گا، امام حسین علیہ السلام ان کو قتل کریں گے، اس کے بعد پھر زندہ ہوں گے ہر ایک ہماری ذریت سے ایک ایک مرتبہ ان کو قتل کریں گے۔ اس وقت میرا غضب اور غم واندوہ ختم ہو جائے گا۔

اس کے بعد امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا ہمارے شیعوں پر رحمت نازل فرمائے۔ خدا کی قسم وہ حزن وحسرت کے طولانی ہونے کی وجہ سے ہماری مصیبت میں شریک ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو فاطمہ سلام اللہ علیہا چند مستورات کے ساتھ محشر میں آئیں گی، ان سے خطاب ہوگا کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہیں گی کہ میں جنت میں داخل نہیں ہوں گی یہاں تک کہ میرے بعد میرے بیٹے کے ساتھ جو ظلم کیا گیا اسے دیکھ نہ لوں۔

خطاب ہوگا ﴿اُنْظُرِیْ فِیْ قَلْبِ الْقِیَامَةِ﴾ محشر کے وسط میں دیکھو۔ کیا دیکھیں گی کہ حسین علیہ السلام بغیر سر کے کھڑے ہیں۔ اس منظر کو دیکھتے ہی بلند آواز سے رونے لگیں گی اور ان کے رونے سے میں اور فرشتے روئیں گے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حسین علیہ السلام کو دیکھ کر فریاد کریں گی ﴿وَا وَلَدَاهُ وَا ثَمْرَةَ فُؤَادَاهُ﴾ اس وقت خداوند متعال فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خاطر غضب میں آئے گا، اور آگ جس کا نام ھب ھب ہے اور ہزار سال سے جلائی گئی، یہاں تک کہ سیاہ رنگ کی ہوگئی اور کبھی بھی آرام اس میں داخل نہیں ہوگا۔ اور غم واندوہ کبھی اس سے نہیں نکلے گا۔ حکم کریں گے: حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو جدا کرو، آگ ان کو لوگوں سے جدا کرے گی۔ اور جب وہ داخل ہوں گے آگ بلند آواز سے بھڑک اٹھے گی اور وہ جماعت بھی فریاد کرے گی اور بلند آواز سے کہے گی: پروردگارا! کس لیے بت پرستوں سے پہلے آگ کو ہم پر واجب قرار دیا، اور ہمیں معذب قرار دیا؟ خطاب ہوگا: جو جاننے والا ہے وہ نہ جاننے والے کی مثل نہیں ہوسکتا ہے۔

یہ دونوں روایت ابن بابویہ نے اپنی کتاب ''عقاب الاعمال'' میں نقل کیں

ہیں، اور جلد نمبر ۳ کتاب ''تذییل'' کہ جو تالیف محمد بن نجار [شیخ المحد ثین] بغداد کی ہے۔ شرح حال فاطمہ فرزند ابو العابس ازدی میں مَیں نے دیکھی ہیں۔ باسناد خود طلحہ سے نقل کرتے ہیں۔

رسول خداﷺ سے میں نے سنا ہے فرماتے تھے: موسیٰ بن عمرانؑ نے خداوند سے درخواست کی کہ میرا بھائی ہارونؑ دنیا سے چلا گیا ہے۔ تو اسکو بخش دے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو وحی بھیجی: اے موسیٰ! اگر مجھ سے درخواست کرو کہ تمام افراد اولین و آخرین کو بخشوں، تو ضرور قبول کروں گا، مگر حسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے قاتلوں کو ہرگز نہیں بخشوں گا۔

حصہ سوم

شہادتِ حسین علیہ السلام کے بعد

اسیرانِ کربلا کی
کوفہ و شام کی طرف روانگی

اسیرانِ کربلا کی کوفہ و شام کی طرف روانگی

عصر عاشورا عمر بن سعد کے کہنے پر امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ازدی کے ذریعہ ابن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا، اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ شہداءِ کربلا کے جوانوں کے سروں کو بدن سے جدا کر کے شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کے ذریعے سے ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کیا جائے۔

عمر سعد گیارہ محرم تک کربلا میں رہا۔ اس کے بعد امامؑ کے پسماندگان کے ہمراہ کوفہ روانہ ہوا، بیبیوں کو بلوائے عام میں ننگے سر بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ اور انہیں ترک و روم کے قیدیوں کی طرح شدید مصائب و آلام کی حالت میں قیدی بنایا گیا۔

یہاں پر عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

يُصَلّٰى عَلَى الْمَبْعُوْثِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ

وَ يُغْزَى بَنُوْهُ اِنَّ ذَا لَعَجِيْبٌ

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ جو آل بنی ھاشم میں سے مبعوث ہوئے ہیں، اس پر تو یہ درود و سلام بھیجتے ہیں، لیکن تعجب اس پر ہے کہ ان کی آلؑ کے ساتھ جنگ و جدال کرتے ہیں۔

ایک اور شعر ہے:

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا

شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

یعنی: کیا جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا، وہ امید رکھتے ہیں کہ انہیں ان کے جدامجد کی شفاعت نصیب ہوگی۔

راویت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے سروں کی تعداد ۷۸ تھی۔ اور جو قبیلے کربلا میں موجود تھے انہوں نے ابن زیاد اور یزید بن معاویہ کی خوشنودی کی خاطر سروں کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ قبیلہ بن قیس بن اشعث کی نگرانی میں تیرہ سر، قبیلہ ہوازن، شمر بن ذی الجوشن کی نگرانی میں بارہ سر، قبیلہ بنی تمیم کی نگرانی میں سترہ سر، بنی اسد کی نگرانی میں سولہ سر، قبیلہ مذحج کی نگرانی میں سات سر اور بقیہ لوگ تیرہ سر (۱۳) کوفہ لے گئے۔

تدفین شہداءؑ اور اسیروں کا کوفہ میں داخلہ

راوی کہتا ہے: جب عمر ابن سعد کربلا سے دور چلا گیا، تو قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگوں نے دو کام سرانجام دیئے، ایک شہدائے کربلا کی نمازِ جنازہ ادا کی، اور دوسرا کام جہاں شہداء کو شہید کیا گیا تھا وہیں ان کو دفن کیا۔

جب عمر ابن سعد کربلا کے اسیروں کے ساتھ کوفہ کے نزدیک پہنچا تو اہل کوفہ کثیر تعداد میں تماشائیوں کی صورت میں جمع تھے۔ اسی اثنا میں چھت پر بیٹھی عورتوں میں سے ایک عورت نے اسیروں سے سوال کیا: ﴿مِنْ اَیِّ الْاُسَارٰی اَنْتُنَّ؟﴾ کہ تم کس ملک اور کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ ﴿فَقُلْنَ نَحْنُ اُسَارٰی آلِ مُحَمَّدٍ﴾ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسیرانِ آل محمدؐ ہیں۔ وہ عورت چھت سے نیچے اتری اور اپنے گھر سے لباس، چادریں اور مقنعہ لے کر اہل بیت اطہارؑ کی خدمت میں لائی، تاکہ بیبیاں اور اپنے سروں کو ڈھانپ لیں۔ امام سجاد علیہ السلام شدید بیماری کی وجہ سے بہت نحیف ہو چکے

تھے اور حسن ابن حسن مثنیٰ زخمی حالت میں ان کے ہمراہ تھے۔

صاحب کتاب مصابیح روایت کرتے ہیں کہ حسن ابن مثنیٰ نے عاشور کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں سترہ (۱۷) افراد کو ہلاک کیا اور اپنے بدن نازنین پر اٹھارہ زخم کھا کر گھوڑے سے زمین پر گرے تو ان کے ماموں نے انہیں اٹھایا اور کوفہ لے گئے اور وہاں ان کا علاج کرانے کے بعد مدینہ لے گئے۔

اسی طرح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دو اور فرزند بنام زید اور عمرو اسیروں میں موجود تھے۔ اہل کوفہ اسیروں کی یہ حالت دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اَتَنُوحُونَ وَ تَبکُونَ مِنْ اَجلِنَا؟ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ قَتَلَنَا؟﴾

کیا ہمارے لئے گریہ کر رہے ہو، اور ہم پر نوحہ کناں ہو؟ پھر ہمارا قاتل کون ہے اور کس نے ہمیں قتل کیا؟!!

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا خطبہ

بشیر بن حزیم اسدی روایت کرتا ہے کہ میں نے زینب بن علیؑ کا خطبہ سنا۔ خدا کی قسم میں نے اس سے پہلے کوئی عالمہ بی بی نہیں دیکھی کہ جس نے علیؑ کی طرح خطبہ دیا ہو۔

﴿وَ قَدْ اَوْمَاَتْ اِلَی النَّاسِ اَنِ اسْکُتُوْا فَارْتَدَّتِ الْاَنْفَاسُ وَ سَکَنَتِ الْاَجْرَاسُ﴾

لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ اس اشارے سے لوگوں کے سانس سینوں میں رک گئے، اونٹوں کی گھنٹیاں بجنا بند ہو گئیں، اس کے بعد خطبہ دینا

شروع کیا:

حمد و ثنائے الٰہی اور رسول خداﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اے اہل کوفہ! اے مکار اور دغا بازو! کیا ہم پر گریہ کر رہے ہو؟!! ابھی تک ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور ہماری آہ و بکا نہیں رکی۔ تمہاری مثال اس عورت کی طرح ہے کہ جو سارا دن چرخہ پر دھاگہ بنتی رہے اور رات کو اُسے اُدھیڑ ڈالے۔ تم نے اسلام کی آڑ میں اپنے درمیان مکر و فریب کو ایجاد کیا۔ تم نے ایمان کا عہد و پیمان باندھ کر توڑ دیا۔ تم فقط مفسد اور خود پرست ہو، کینہ پرور اور کنیزوں کی طرح چاپلوسی اور دشمنوں کے ساتھ ساز باز کرنے والے ہو...... تمہاری مثال اس سبزے کی ہے جو گندگی پر اُگنے والا ہے کہ جو کھانے کے قابل نہیں اور اس چاندی کی طرح ہے جو قیدی کی زینت بنے کہ جو قابل استفادہ نہ ہو۔ اور کیا کتنا برا توشۂ راہ تم نے اپنی آخرت کے لئے آمادہ کیا ہے۔ جو خدا کے غضب کا موجب بنا ہے اور تمہارے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

کیا ہمیں قتل کرنے کے بعد ہم پر گریہ اور اپنے آپ کو سرزنش کرتے ہو؟ ہاں! خدا کی قسم تمہیں زیادہ رونا اور کم ہنسنا چاہیئے۔ تم نے اپنے دامن پر جو رسوائی کا داغ لگا لیا ہے اسے دنیا کا کوئی پانی بھی صاف نہیں کر سکتا، اور بھلا کس طرح فرزند رسولؐ اور سید جوانانِ اہل بہشت کے خون کو مٹایا جا سکتا ہے؟!!

وہ شخصیت کہ جو جنگوں میں تمہاری پناہ گاہ تھی، دشمن کے مقابل احتجاج کرنے میں، نیز مشکلات میں تمہاری پناہ گاہ تھی اور جس نے تمہیں دین سکھایا، تم نے اپنی پشت پر بہت بڑا گناہ اٹھا لیا ہے۔ خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور کرے۔ تم پر اپنا عذاب نازل کرے۔ تمہاری کوشش نقش بر آب ثابت ہوئی۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے نقصان اٹھایا، تمہارا یہ معاملہ تمہارے نقصان کا باعث بنا۔ تم نے خدا کے عذاب کی طرف رخ کیا اور

ذلت وخواری نے تمہارا محاصرہ کرلیا ہے۔

﴿يَا اَهْلَ الْكُوفَةِ اَتَدْرُونَ اَىَّ كَبِدٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فَرَيْتُمْ وَ اَىَّ كَرِيْمَةٍ اَبْرَزْتُمْ وَ اَىَّ دَمٍ لَهُ سَفَكْتُمْ وَ اَىَّ حُرْمَةٍ لَهُ اِنْتَهَكْتُمْ﴾

اہل کوفہ! وائے ہوتم پر! کیاتم جانتے ہو کہ تم نے کس جگر رسولؐ کو شگافتہ کیا؟ اور عصمت و طہارت کی پروردہ رسولؐ کی بیٹیوں کو بے پردہ کیا، اور کس کے خون کو تم نے زمین پر بہایا؟!!! کس کی حرمت کو پامال کیا؟ کس قدر تم نے ناروا کام انجام دیا۔ اور کس گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے؟ کہ تمہارے ظلم وستم کی برائی زمین و آسمان کے برابر ہے؟!!!

﴿اَفَعَجِبْتُمْ اَنْ مَطَرَتِ السَّمَاءُ دَمًا﴾

کیاتم تعجب کرتے ہو کہ آسمان سے خون کی بارش ہوئی، یقیناً آخرت کا عذاب اس سے کئی گُنا زیادہ سخت اور ذلیل وخوار کرنے والا ہوگا۔ اور اس وقت تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہ جو مہلت تمہیں خدا نے دی ہے اسے معمولی وخفیف نہ سمجھو، چونکہ خداوند کریم انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا، اور خداوند تعالیٰ کو اس بات کا خوف نہیں کہ ناحق بہائے جانے والے خون کا انتقام اس سے فوت ہو جائے گا اور تمہارا رب تمہارے انتظار میں ہے۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے لوگوں کو دیکھا جو اس خطبہ کے دوران حیرت زدہ تھے، اور بلند آواز سے گریہ کررہے تھے۔ اور اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہے تھے، اور میں نے اپنے نزدیک کھڑے ہوئے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ جس کی ڈاڑی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی، اور کہہ رہا تھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کے بزرگ بہترین بزرگ، آپ کے جوان بہترین جوان، آپ کی مستورات

بہترین مستورات، اور آپ کا خاندان، بہترین خاندان ہے کہ کبھی ذلیل وخوار نہیں ہوگا۔

حضرت فاطمہ بنت حسینؑ کا خطبہ

زید بن موسیٰ ابن جعفرؑ اپنے آباء واجداد سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت حسینؑ نے کربلا سے کوفہ پہنچنے کے بعد اس طرح سے خطاب فرمایا:

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ میں اس کی حمد وثنا کرتی ہوں۔ ریت کے ذروں اور پتھر کے سنگ ریزوں کے برابر کہ جن کی مقدار زمین سے آسمان تک پھیلی ہو، میں اس پر ایمان رکھتی ہوں، اور اسی پر توکل و بھروسہ رکھتی ہوں، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں، اور میں گواہی دیتی ہوں اس کی اولاد کو بے جرم وخطا فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔

اے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتی ہوں، اس بات سے کہ تیری طرف جھوٹ کی نسبت دوں، یا اس کے خلاف کہوں کہ جو تو نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا کہ: اپنے وصی علی بن ابی طالبؑ کے لئے لوگوں سے بیعت لیں۔ وہی علیؑ کہ جن کے حق کو غصب کیا گیا اور ان کو بے گناہ قتل کیا گیا کہ جس طرح ان کے فرزند کو کل سرزمین کربلا پر ایسی جماعت نے قتل کیا کہ جو بظاہر مسلمان اور باطن میں کافر تھے۔ وائے ہو ان کے سرداروں پر کہ جنہوں نے اس کی زندگی میں اور آخری وقت میں بھی ظلم وستم کرنے سے دریغ نہ کیا، یہاں تک کہ تو نے ان تمام کو حسن منقبت اور پاکیزہ طبیعت کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا۔

اے پروردگار! ملامت کرنے والوں کی ملامت ان کو تیری عبودیت و بندگی سے نہ روک سکی، اور تو نے ان کی بچپن میں اسلام کی طرف راہنمائی کی، اور جب وہ

بڑے ہوئے تو ان کے فضائل کو بیان کیا، اور انہوں نے ہمیشہ تیری راہ میں اور تیرے پیغمبرؐ کی خوشنودی کی خاطر امت کو نصیحت کی، اور یہاں تک کہ تو نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔ وہ دنیا سے بے نیاز تھے اور اس کے حریص نہ تھے۔ اور آخرت کے مشتاق تھے، اور تیری راہ میں تیرے دشمنوں سے نبرد آزما تھے۔ تو ان سے راضی ہوگیا۔ اور ان کو تو نے منتخب کیا اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھا۔

اما بعد! اے اہل کوفہ! اے اہل مکر و فریب! خدا نے ہم اہل بیتؑ کی تمہارے ذریعہ سے آزمائش کی اور تمہارا امتحان ہمارے وسیلہ سے لیا۔ خدا نے ہمیں اس امتحان میں کامیاب کیا، اور اپنے علم کو بطور امانت ہمارے سپرد کیا۔ پس ہم ہی اس کے علم و حکمت کے خزانے ہیں۔ اور ہم ہی روئے زمین پر اس کی حجت ہیں۔

خداوند متعال نے ہمیں اپنی کرامت سے نوازا، اور حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ سے ہمیں اپنی مخلوق پر فضیلت بخشی۔ تم نے ہمیں جھٹلایا، اور ہماری تکفیر کی، ہمارا خون بہانا مباح سمجھا اور ہمارے ساتھ جنگ کرنا حلال اور ہمارے مال و اسباب کو لوٹنا جائز سمجھا، گویا ہم اسیرانِ ترک و کابل تھے! چنانچہ کل ہمارے جد بزرگوار (حضرت علی علیہ السلام) کو قتل کیا، او ابھی تک ہمارا خون تمہاری دیرینہ دشمن کی وجہ سے تمہاری تلوار سے ٹپک رہا ہے، اور وہ الزام کہ جو تم نے خدا پر لگایا، اور دھوکہ و فریب دیا کہ جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی اور تمہارے دل سرد ہیں، لیکن خداوند متعال فریب دینے والوں سے بہترین انتقام لینے والا ہے۔

اب تم ہمارے خون سے ہاتھ رنگین کر کے، اور ہمارے مال و اسباب کے لوٹنے سے خوش نہ ہو جاؤ، کیونکہ ان پیش آنے والے مصائب کے بارے میں خدا کی کتاب میں پہلے سے موجود ہے۔ اور یہ خداوند متعال پر آسان ہے۔

﴿اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ لِکَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی مَا فَاتَکُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰکُمۡ . وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرَ﴾

وہ چیز جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس نہ کرو، اور جو تمہیں مل جائے اس پر خوشحال نہ ہو، اور خداوند کریم کسی بھی مکر وفریب پر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اے کوفہ والو! وائے ہو تم پر! اب تم منتظر رہو کہ جلد ہی خداوند کا عذاب اور لعنت تم پر نازل ہوگی، اور وہ تمہیں گناہوں پر عذاب دے گا، اور تم میں بعض کو بعض سے لڑائے گا، اور جس آن قیامت برپا ہوگی کہ جو ظلم تم نے ہم پر کئے، اس کی پاداش میں تمہیں ہمیشہ دوزخ کی دردناک آگ میں جلائے گا۔

﴿اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾

وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ! کیا تم جانتے ہو کہ کن ہاتھوں سے تم نے ہمیں نیزوں اور تلواروں سے نشانہ بنایا؟ اور کس حوصلہ کے ساتھ ہمارے ساتھ جنگ کی؟ اور کن قدموں کے ساتھ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آئے؟ اور خدا کی قسم! تمہارے دل قساوت سے آلودہ ہو چکے ہیں۔ تمہارے جگر پتھر بن چکے ہیں، اور تمہارے دل علم و دانش سے بے بہرہ ہو چکے ہیں اور تمہاری آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہو چکے ہیں۔

اے اہل کوفہ! شیطان نے تمہیں فریب دیا اور تمہیں صراطِ مستقیم سے منحرف کیا، اور اس طرح سے جہالت کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈال دیا کہ پھر کبھی بھی ہدایت نہ پا سکو گے۔

اے اہل کوفہ! وائے ہو تم پر! کیا تم جانتے ہو کہ جو تمہاری گردن پر جناب رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون ہے۔ وہ تم سے طلب کریں گے۔ اور وہ دشمنی کہ جو تم نے ان کے بھائی علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی اولاد وعترت سے کی، اور تم میں سے بعض نے مظالم میں افتخار کیا اور کہتے ہو:

نَحْنُ قَتَلْنَا عَلِيًّا وَ بَنِي عَلِيٍّ   بِسُيُوفٍ هِنْدِيَةٍ وَ رِمَاحٍ
وَ سَبَيْنَا نِسَائَهُمْ سَبْيَ تُرْكٍ   وَ نَطَحْنَاهُمْ فَاَيَّ نِطَاحٍ

ہم نے علیؑ اور ان کی اولاد کو ہندی تلواروں اور نیزوں کے ساتھ قتل کیا اور ان کے اہل بیتؑ کو ترک کے اسیروں کی مانند اسیر بنایا۔ خاک ہو تمہارے منہ پر، اے وہ شخص کہ جو ایسے جوانوں کے قتل پر فخر کر رہا ہے کہ جن کو خداوند کریم نے ہر نجاست سے پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ اے پلید! اپنے غصے کو پی جا، اور کتے کی طرح اپنے جگہ بیٹھ جا۔ کہ جس طرح تمہارا باپ بیٹھا تھا، وہی ہر شخص کے لئے ہے کہ جو اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجتا ہے۔ وائے ہو تم پر، کیا تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ اس فضیلت پر کہ جو خداوند کریم نے ہمیں عنایت کی ہے؟!

یہ خدا کا فضل ہے، اور وہی صاحب فضل عظیم ہے، اور جس کو چاہے عطا کرے اور جس کو خدا اپنے نور سے محروم کردے۔ وہ ظلمت و تاریکی میں رہے گا۔

جیسے ہی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا خطبہ یہاں پر پہنچا لوگ بلند آواز کے ساتھ رونے لگے اور کہا کہ اے دختر آل اطہار: ہمارے دلوں اور سینوں کو آگ لگا دی ہے، اور ہمارے جگروں کو غم وحزن کی آگ نے جلا دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ کہو! بی بی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا خاموش ہوگئیں۔

خطبہ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا

راوی کہتا ہے کہ جناب ام کلثوم بنت امیر المؤمنینؑ بلند آواز سے رو رہی تھیں، اور پس پردہ محمل سے اس خطبہ کو بیان فرمایا:

اے اہل کوفہ وائے ہو تم پر، کیوں حسین علیہ السلام کی توہین کی، اور انہیں قتل کیا اور ان کے مال و اسباب کو برباد کیا، اور ان کی مستورات کو قیدی بنایا، اور اس کے باوجود اس پر رو رہے ہو۔ وائے ہو تم پر، ہلاکت اور بدبختی تمہیں آلے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کتنے بُرے کام کے مرتکب ہوئے، اور کتنا عظیم ظلم اپنی گردن پر لیا ہے؟ اور کس کے خون ناحق کو بہایا؟ اور کن پردہ نشینوں کو پردہ سے باہر لائے ہو؟ اور کس خاندان کو ان کے زیورات سے محروم کیا ہے؟ اور کن کے اموال و اسباب کو لوٹا ہے؟ اور تم نے ایسے افراد کا قتل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد ان کے مقام کو کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا؟ رحم و مہربانی تمہارے دلوں سے چھین لی گئی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ صرف خداوند کی جماعت ہی کامیاب ہے اور شیطان کی جماعت خسارہ اٹھانے والی۔ پھر آپ نے ان اشعار کو بیان فرمایا:

میرے بھائی کو قتل کیا، وائے ہو تمہاری ماؤوں پر! جلدی ہی عذاب کی آگ میں گرفتار ہو جاؤ گے، اور اس میں جلتے رہو گے، اور تم نے ایسے خون کو پامال کیا کہ جس کے بہانے کو خدا، قرآن اور رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے۔ میں تمہیں جہنم کی آگ کی بشارت دیتی ہوں اور ضرور بالضرور روزِ قیامت آتش جہنم میں جلائے جاؤ گے، اور میں ہمیشہ اپنے بھائی پر روتی رہوں گی۔

اور ہاں! یہ آنکھیں ہمیشہ دریا کی طرح اشک بہاتی رہیں گی، اور یہ رونا کبھی ختم نہ ہوگا۔

چنانچہ اس دوران لوگوں کے نالہ وفریاد کی صدائیں بلند ہوئیں۔ عورتوں نے اپنے بالوں کو کھول دیا اور مٹی سروں پر ڈال لی، اور اپنے چہروں کو نوچنے لگیں، اور اپنے چہروں پر طمانچے مارنے لگیں، اور ان کے مردوں نے رونا شروع کیا، اور ڈاڑھیوں کے بالوں کو نوچنا شروع کیا، اور کوئی ایسا واقعہ دیکھا نہیں گیا کہ لوگ اس طرح سے روئے ہوں۔

خطبۂ امام سجاد علیہ السلام

اس کے بعد حضرت امام سجاد زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں کو خاموش ہونے کے لئے اشارہ کیا۔ اور لوگ خاموش ہوگئے۔

حضرتؑ کھڑے ہوئے اور حمد وثناءِ الٰہی بجالائے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا نام مبارک زبان پر لائے اور ان پر درود وسلام بھیجا، اور فرمایا:

اے لوگو! جو کوئی مجھ سے آشنا ہے وہ جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور جو کوئی مجھے نہیں جانتا، میں اُسے اپنا تعارف کراتا ہوں۔ میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کی حرمت پامال کی گئی، اور اس سے نعمت چھین لی گئی، اور اس کے مال واسباب کو لوٹ لیا گیا، اور اس کے اہل بیتؑ کو اسیر بنایا گیا۔

میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کو بغیر جرم وخطاء کے نہر فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جسے شدید تکلیف کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اور یہی افتخار ہمارے لئے کافی ہے۔

اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں! کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تم نے میرے

والد بزرگوار کو خط لکھے اور جیسے ہی وہ تمہاری طرف آئے تو تم نے ان کے ساتھ مکر و فریب کیا، اور اس کے بعد انہیں قتل کر دیا۔ لوگو! وائے ہو تم پر، یہ ذخیرہ تم نے عالم آخرت میں اپنے ہاتھوں بھیجا، اور کس قدر برا عقیدہ رکھتے ہو!

تم کس آنکھ کے ساتھ رسول خدا ﷺ کے مبارک چہرے کی طرف نگاہ کرو گے کہ جس وقت وہ تم سے کہیں گے:

تم نے میری اولاد کو قتل کیا، اور میری ناموس کی ہتک حرمت کی، تم میری امت میں سے نہیں ہو !

اس دوران ہر طرف سے رونے اور گریہ کرنے کی آوازیں بلند ہوئیں، اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم ہلاک ہوئے اور نہ سمجھے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: خدا ہر اس شخص کو اپنی رحمت میں شامل کرے کہ جس نے میری نصیحت کو قبول کیا، اور میری اس وصیت کی خدا اور اس کے رسول اور اس کے اہل بیت کی راہ میں حفاظت کی، کیونکہ ہماری پیروی اور اقتداء کرنا گویا حضرت رسول خدا ﷺ کی پیروی کرنا ہے۔

لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا: اے فرزند پیغمبرؐ! ہم ہمہ تن گوش آپ کے ہر فرمان کے مطیع ہیں، اور آپؑ سے عہد و پیمان کے پابند ہیں، اور ہرگز کبھی بھی آپ سے روگردانی نہیں کریں گے، اور جو بھی حکم کریں گے اطاعت کریں گے، اور ہماری ہر اس شخص سے جنگ ہوگی جو آپ سے جنگ کرے گا اور جو آپ سے صلح کرے گا اور یہاں تک کہ یزید سے انتقام لیں گے اور جن لوگوں نے آپ پر ظلم و ستم کیا ان سے بیزاری اختیار کریں گے۔

آپ نے فرمایا: ہیہات، ہیہات! اے غدارو! اور مکارو! تمہاری فطرت میں

مکر و فریب کے علاوہ کچھ نہیں۔ کیا تم پھر چاہتے ہو کہ جو ظلم ہمارے بزرگوں کے ساتھ کیا اس ظلم کو دوبارہ میرے ساتھ کرو۔ خدا کی قسم اس طرح ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ابھی تک تو وہ زخم مندمل نہیں ہوئے کہ جو میرے والدؑ اور ان کے اہل بیتؑ پر ڈھائے جانے سے میرے دل کو لگے ہیں، اور اپنے جد رسول خدا ﷺ، اور والد بزرگوار اور اپنے بھائیوں کی مصیبت کو فراموش نہیں کر سکا، اور اس کی تلخی ابھی تک باقی ہے جس نے میرے سینے اور گلے کو تنگ کر رکھا ہے اور اس کا غم ابھی تک میرے سینہ میں باقی ہے۔ میں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ نہ تم میری مدد کرو اور نہ ہمارے ساتھ جنگ کرو۔ اس کے بعد یہ اشعار بیان فرمائے:

اگر حسین علیہ السلام قتل کئے گئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، چونکہ ان سے پہلے ان کے والد بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالبؑ جو ان سے افضل تھے قتل کئے گئے۔ پس اے اہل کوفہ! جو مصائب و مشکلات حسین علیہ السلام کو پیش آئیں اس پر خوش نہ ہو جاؤ۔ ان کی مصیبت دنیا کی تمام مصیبتوں سے عظیم تھی۔ وہ حسین علیہ السلام کو جو نہر فرات کے کنارے قتل ہوئے؟ میری جان ان پر قربان ہو۔ یقیناً ان کے قاتلوں کی جزا آتش جہنم ہے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے ان مذکورہ اشعار کے بعد یہ شعر ارشاد فرمایا:

رضینا منکم راسا براس فلا یوم لنا ولا علینا

ہم تم سے سر کے بدلے سر سے راضی ہوئے۔ پس تم نہ ہمارا ساتھ دو، اور نہ ہم سے جنگ کرو۔

دار الامارہ میں اہل بیتؑ کا وارد ہونا

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد دار الامارہ کے محل میں بیٹھا، تمام عام

لوگوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ امام حسین علیہ السلام کے مقدس سر کو لایا گیا۔ اور اس کے سامنے رکھا گیا، نیز امام حسین علیہ السلام کے اہل بیتؑ اور ان کی اولاد کو وارد کیا گیا۔ جناب زینب دختر امیر المؤمنین علیہ السلام اس صورت میں دربار میں داخل ہوئیں کہ ان کی پہچان نہ ہو سکے، اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا: یہ عورت کون تھی؟ جواب دیا گیا کہ زینب بنت علیؑ ہے۔ عبیداللہ نے جناب زینب سلام اللہ علیہا کی طرف اپنا رخ کیا اور کہا: خدا کا شکر ہے کہ تمہیں خدا نے رسوا کیا، اور تمہارے جھوٹ کو ظاہر کیا ہے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: رسوا فاسق لوگ ہوتے ہیں اور جھوٹ فاجر لوگ بولتے ہیں، اور وہ سب ہمارے علاوہ ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: جو کچھ خدا نے تمہارے بھائی کے ساتھ کیا تم نے اس کو کیسا پایا؟

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: ﴿مَا رَأَیْتُ اِلَّا جَمِیْلاً﴾ نیکی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، کیونکہ آل پیغمبر وہ جماعت ہیں جن کے لئے خداوند کریم نے شہادت مقدر فرمائی، اور وہ ہمیشہ کے لئے اپنی ابدی آرام گاہ کی طرف چلے گئے ہیں، لیکن خدا بہت جلد ہی ان کو اور تمہیں ایک جگہ جمع کرے گا، اور اہل بیت اپنے خون طلبی کے لئے مقدمہ دائر کریں گے، اور اس وقت معلوم ہوگا کہ سچا کون ہے۔ اے مرجانہ کے بیٹے! تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔

بی بی کے اس کلام سے ابن زیاد غضبناک ہوا اور بی بی کے قتل کا ارادہ کیا۔

عمرو بن حریث جو کہ دربار میں موجود تھا، ابن زیاد سے کہنے لگا کہ وہ عورت ہے اور ابن زیاد نے اپنے اس ارادہ کو ترک کیا، اور جناب زینب سلام اللہ علیہا کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: خداوند کریم نے حسین (علیہ السلام) اور ان کے بھائی و اہل بیتؑ کے قتل سے

میرے دل کو شفا بخشی ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: مجھے اپنی جان کی قسم ہمارے بزرگوں کو تم نے قتل کیا، اور ہماری نسل کشی کی اگر تمہاری یہ شفا ہے تو تو نے شفا پا لی۔

ابن زیاد نے کہا کہ زینب (سلام اللہ علیہا) ایک ایسی عورت ہے کہ جو مسجع و قافیہ سے کلام کرتی ہے، مجھے اپنی جان کی قسم کہ اس کے والد علی بن ابی طالب بھی شاعر و سجاع تھے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے ابن زیاد! عورت کو مسجع و قافیہ سے کیا کام۔ اس کے بعد ابن زیاد امام سجاد علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کون جوان ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ علی بن حسین علیہ السلام ہے۔ ابن زیاد نے کہا: کیا علی بن حسین (علیہ السلام) کو خدا نے قتل نہیں کیا؟

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: علی بن حسین میرے بھائی تھے جس کو لوگوں نے قتل کیا۔ ابن زیاد نے کہا: بلکہ خدا نے اسے قتل کیا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا﴾۔ (سورہ زمر، آیت: ۴۲)

ابن زیاد نے کہا: تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ میرا جواب دو؟ پھر حکم دیا کہ اسے باہر لے جا کر قتل کر دو۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے ابن زیاد کی اس بات پر پریشان ہو کر کہا: اے ابن زیاد! تو نے ہمارے کسی جوان کو باقی نہیں چھوڑا، اگر انہیں قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے پھوپھی سے فرمایا: اے پھوپھی اماں! آپ خاموش رہیں تا کہ میں خود ہی ابن زیاد سے بات کروں۔

اس کے بعد امامؑ نے ابن زیاد کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے ابن زیاد! کیا تو مجھے قتل کی دھکی دیتا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ قتل ہونا تو ہمارا شیوا ہے، اور ہماری فضیلت ہماری شہادت میں ہے؟

اس کے بعد ابن زیاد کے حکم کے مطابق امام زین العابدین علیہ السلام اور اہل بیتؑ کو کوفہ کی جامع مسجد کے پہلو میں ایک مکان میں لے جایا گیا۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: کہ ہماری ملاقات کے لئے سوائے کنیزوں کے کوئی نہ آئے، کیونکہ وہ خود پہلے قیدی رہ چکی ہیں کہ جس طرح ہم قیدی ہیں۔

اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر کوفہ کی گلی کوچوں میں پھرایا جائے۔ راقم الحروف مناسب سمجھتا ہے کہ یہاں اشعار کا ذکر کرے۔

ترجمہ اشعار :۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور اس کے وصی کے بیٹے کے سر کو نیزے پر تماشائیوں کو دکھانے کے لئے اٹھایا گیا تھا۔ مسلمان یہ منظر دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے اور کسی نے بھی آگے بڑھ کر اس کو نہ روکا، اور کسی کے دل کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

اندھی ہو جائیں وہ آنکھیں جنہوں نے یہ منظر دیکھا، اور بہرے ہو جائیں وہ کان جنہوں نے آپ کی مصیبت سنی، اور نہ روکا۔

اے مولا حسینؑ! آپ نے اپنی شہادت سے ان آنکھوں کو بیدار کر دیا جو آپ کے وجود کے طفیل میں سوتی رہتیں تھیں، اور وہ آنکھیں جو آپ کے خوف کی وجہ سے سو نہ سکتی تھیں، وہ آج آرام سے سو رہی ہیں۔

اے مولا حسینؑ! کوئی باغبان اس روئے زمین پر ایسا نہیں ہے کہ جو یہ نہ چاہتا ہو کہ آپ کی قبر مبارک اسکے باغ میں ہو، اور وہ باغ آپ کی ابدی خواب گاہ ہو جائے۔

عبداللہ بن عفیف کی شجاعت وشہادت

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد منبر پر گیا، اور خداوند کریم کی حمد و ثناء کرنے کے بعد یہ کہنے لگا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے حق کو ثابت کیا اور امیر المؤمنین یزید اور اس کے پیروکاروں کی مدد کی، اور حسین ابن علی کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔

عبد اللہ بن عفیف ازدی اپنی جگہ سے اٹھے اور یہ متقی و زاہد شیعہ تھے ان کی دائیں آنکھ جنگ صفین، اور بائیں آنکھ جنگ جمل میں ضائع ہو چکی تھیں اور ہمیشہ کوفہ کی جامع مسجد میں شب و روز عبادت میں مشغول رہتے تھے، وہ کہنے لگے: اے مرجانہ کے بیٹے! تو جھوٹا اور تیرا باپ جھوٹا اور وہ شخص اور اس کا باپ کہ جس نے تمہیں کوفہ کا والی بنایا۔ اے دشمن خدا! کیا تو انبیاءؑ کی اولاد کو قتل کر کے مسلمانوں کے منبر پر بیٹھ کر ایسی باتیں کرتا ہے؟

یہ سن کر ابن زیاد غضبناک ہوا، اور کہنے لگا کہ یہ کہنے والا کون ہے؟ عبداللہ نے بلند آواز سے کہا: میں تھا۔ اے دشمن خدا! کیا تو ان اولادِ پیغمبرؐ کو قتل کرتا ہے کہ جنہیں خداوند کریم نے ہر قسم کی پلیدی سے پاک رکھا ہے، اور پھر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ مسلمان ہے؟ واغوثا! کہاں ہیں مہاجرین وانصار کی اولاد کہ جوان پلیدوں سے انتقام نہیں لیتیں کہ جس کو رسول خدا ﷺ ملعون ابن ملعون کہتے تھے۔ اس بات نے ابن زیاد کو شدید غضبناک کر دیا۔ غصہ سے اس کی رگوں میں خون جوش مارنے لگا، اور کہنے لگا کہ عبداللہ کو میرے پاس لے آؤ۔ اس کے سنگدل سپاہیوں نے اسے گرفتار کرنے کی خاطر اپنے محاصرے میں لے لیا، لیکن قبیلہ ازد کے بزرگان ۔ جو عبداللہ کے چچا کے بیٹے تھے، اپنی جگہ سے اٹھے اور اسے سپاہیوں کے محاصرہ سے آزاد کرایا، اور مسجد سے باہر لے جا کر ان

کے گھر پہنچا دیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ نابینا ازدی کے گھر جاؤ، خدا اس کے دل کو بھی اندھا کرے کہ جس طرح اس کی آنکھوں کو اندھا کیا ہے۔ سپاہیوں کا ایک گروہ اسے گرفتار کرنے کے ارادہ سے اس کے گھر کی طرف گیا۔

جیسے ہی یہ خبر قبیلہ ازد کو ملی تو تمام قبیلہ کے افراد جمع ہوئے، اور یمن کے قبائل بھی ان سے آ ملے تا کہ عبداللہ کی حفاظت کریں، جب ان کے اس اجتماع کی خبر ابن زیاد کو ملی تو اس نے مضر قبائل کے افراد کو جمع کیا اور محمد بن اشعث کی نگرانی میں ان کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجا اس طرح ان کے درمیان شدید جنگ ہوئی، جس کے نتیجہ میں عربوں کا ایک قبیلہ مارا گیا، اور ابن زیاد کے سپاہی عبداللہ کے گھر پر پہنچے، اور اس کے دروازہ کو توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔

اس دوران عبداللہ کی بیٹی جو گھر میں موجود تھی اس نے فریاد کی کہ بابا جان! دشمن کی فوج گھر میں داخل ہوگئی ہے۔ جناب عبداللہ نے کہا: نہ ڈرو! اور میری تلوار مجھے دو! بیٹی نے انہیں تلوار دی، اور عبداللہ نے اپنا دفاع کرنا شروع کیا۔

عبداللہ کی بیٹی نے کہا: بابا کاش میں مرد ہوتی، اور آپ کے سامنے بدخصلت لوگوں سے جنہوں نے عترت پیغمبرؐ کو قتل کیا جنگ کرتی۔ سپاہ ابن زیاد ہر طرف سے عبداللہ پر حملہ کر رہے تھے، اور وہ اپنا دفاع کرتے تھے، اور جس طرف سے دشمن عبداللہ کے نزدیک ہوتے تو ان کی بیٹی انہیں آگاہ کرتی تھی، یہاں تک کہ سپاہ ابن زیاد نے اپنے حملہ میں اضافہ کرتے ہوئے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔

ان کی بیٹی نے فریاد کی، کہ میرے باپ پر سخت مصیبت آ پہنچی، مگر ان کا یار و مددگار کوئی نہیں۔ عبداللہ اپنی تلوار کو اپنے سر کے ارد گرد گھماتے تھے، اور کہتے تھے:

خدا کی قسم! اگر میری آنکھوں میں بینائی واپس آ جاتی تو میں تم پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا۔ ابن زیاد کی فوج نے پے در پے حملے کئے، یہاں تک کہ انہیں گرفتار کرلیا، اور انہیں ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ جب ابن زیاد نے انہیں دیکھا، کہنے لگا: خدا کی حمد و ثنا کہ جس نے تمہیں ذلیل و خوار کیا۔ عبداللہ نے کہا: اے دشمن خدا! کس طرح مجھے خدا نے ذلیل کیا ہے؟! خدا کی قسم! اگر میری آنکھیں روشن ہوتی تو دنیا کو تم پر تاریک کر دیتا۔

ابن زیاد نے کہا: اے دشمن خدا! عثمان بن عفان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ عبداللہ نے اسے بُرا بھلا کہا، اور کہا: اے بنی علاج کے غلام اور اے مرجانہ کے بیٹے! تجھے عثمان سے کیا سروکار؟ اگر اس نے بُرا کیا تو خدا اپنے حق کا ولی و وارث ہے، اور ان کے درمیان اور عثمان کے درمیان حق و عدالت فرمائے گا، بلکہ تم اپنے اور اپنے باپ اور یزید اور اس کے باپ کے بارے میں سوال کرو۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! کسی چیز کے بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گا، یہاں تک کہ تم قتل نہ کئے جاؤ۔

عبداللہ نے حمد و ثنا کے بعد کہا: تمہارے دنیا میں آنے سے پہلے یہ خواہش رکھتا تھا کہ خداوند کریم مجھے شہادت نصیب فرمائے، اور وہ مجھے اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں نصیب فرمائے، لیکن جس دن سے میں نابینا ہوا، میں شہادت پانے سے ناامید ہوگیا تھا، اور اب خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے میری ناامیدی کو امید سے بدلا اور مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ میری دیرینہ دعا مستجاب ہوگئی ہے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے ان کے قتل کا حکم صادر کیا، اور عبداللہ کو قتل کر دیا گیا اور ان کے بدنِ اطہر کو کوفہ کی ایک گلی میں لٹکا دیا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے یزید بن معاویہ کو خط لکھا، اور اس کو امام

حسین علیہ السلام کی شہادت اور اہل بیتؑ کی گرفتاری سے آگاہ کیا، اور ایک خط اسی مضمون پر مشتمل مدینہ کے گورنر عمر بن سعید بن عاص کو لکھا۔

جب عمرو بن سعید کو خط ملا تو اس نے مسجد میں آکر خطبہ دیا۔ جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے مطلع کیا۔ اس خبر کے پہنچتے ہی قبیلہ بنی ہاشم میں کہرام مچ گیا، اور بنی ہاشم کی عورتوں نے مجلس عزا منعقد کی۔ زینب بنت عقیل بن ابی طالبؑ نے گریہ و نوحہ خوانی کرتے ہوئے، اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار:۔ اے حسینؑ کے قاتلو! کہ تم نے حسین علیہ السلام کی قدر و منزلت نہ جانتے ہوئے انہیں قتل کر دیا تمہیں بشارت ہو عظیم عذاب اور بدبختی کی اور جان لو کہ اہل آسمان، انبیاء مرسلین اور شہداء سب تم پر لعنت بھیج رہے ہیں، اور سلیمان بن داؤد، موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام تم پر لعنت بھیج رہے ہیں۔

اسیرانِ اہل بیتؑ کی کوفہ سے شام روانگی

جب یزید کو ابن زیاد کا خط ملا اور اس کے مضمون سے آگاہ ہوا، تو اس کے جواب میں لکھا کہ حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے سروں کو اور تمام اہل بیت کو شام بھیج دے۔ ابن زیاد نے محفر بن ثعلبہ عاندی کو اپنے پاس بلایا، اور اس کی نگرانی میں مقدس سروں اور اسیرانِ اہل بیتؑ کو سپرد کیا، محفر نے اسیروں کو برہنہ سر اسیرانِ کفار کی طرح شام روانہ کیا۔

ابن لھیعہ اور دیگر ناقلین اس مقام پر بہت سی روایت نقل کرتے ہیں۔ ہم یہاں ضروری مطالب نقل کر رہے ہیں۔ ابن لھیعہ کہتا ہے:

میں خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا، اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ

جو کہہ رہا تھا: خدایا مجھے بخش دے، لیکن میں خیال نہیں کرتا کہ تو مجھے بخش دے گا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ بندۂ خدا! خدا سے ڈر، اور یہ بات مت کر، کیونکہ اگر تمہارے گناہ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں اگر تم خدا سے بخشش طلب کرے تو وہ بخش دے گا، اور خداوند کریم مہربان اور بخشنے والا ہے۔

اس شخص نے کہا: میرے قریب آؤ تا کہ میں تمہارے لئے اپنی داستان بیان کروں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کہنے لگا: کہ ہم پچاس آدمی تھے کہ امام حسین علیہ السلام کے سر مقدس کو شام کی طرف لے جا رہے تھے، تو اس دوران جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو ہم امام حسین علیہ السلام کے سر کو صندوق میں بند کر دیتے، اور اس صندوق کے اردگرد بیٹھ کر شراب پیتے تھے۔ ایک رات میرے ساتھیوں نے اس قدر شراب پی کہ وہ سب مست ہو گئے لیکن، مَیں نے اس رات شراب نہ پی۔ جب رات کی تاریکی ہر طرف چھا گئی، اور اچانک بجلی کی گرج سنائی دی، اور آسمان کی طرف سے ایک نور ظاہر ہو گیا، اور آسمان کے دروازے کھل گئے اور حضرت آدم، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور پیغمبر خاتم حضرت محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین آسمان سے زمین پر اترے اور ان کے ہمراہ جبرئیل اور ایک فرشتوں کا گروہ تھا۔

جبرئیل صندوق کے قریب آئے اور سر حسین (علیہ السلام) کو باہر نکال کر اپنے سینے سے لگایا اور سر کے بوسے لینے لگے، اور تمام پیغمبر جو کہ آئے تھے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ حسین (علیہ السلام) پر بڑی شدت سے روئے۔ انبیاءؑ نے تعزیت پیش کی، اور جبرئیل نے کہا: اے محمدؐ! خداوند متعال نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ جو حکم بھی اپنی امت کے بارے میں آپ مجھے دیں گے مَیں اس کی اطاعت کروں اور اسے جاری کروں۔ اگر آپ مجھے امر فرمائیں زمین میں ایسا زلزلہ پیدا کروں کہ اس کو تہہ و بالا کر کے

رکھ دوں جس طرح کہ قوم لوطؑ کے ساتھ کیا۔ رسول خدا (ﷺ) نے فرمایا: نہ کیونکہ ان کے ساتھ میرا حساب و کتاب قیامت کے دن ہوگا۔ (تو اس وقت فرشتوں نے ہم پچاس آدمیوں کے قتل کرنے کی اول خدا سے اجازت طلب کی، اور ملائکہ کا ایک گروہ ہمارے قتل کے لئے ہمارے نزدیک آیا تو میں نے کہا: الامان الامان یا رسول اللہ ﷺ۔ حضرتؐ نے فرمایا: میری نظروں سے دور ہو جاؤ، خدا تجھے نہ بخشے۔

(شیخ المحدثین[1] بغداد کی کتاب تذییل میں (راقم الحروف) کہتا ہے کہ میں نے علی بن نصر شبوکی کے حالات کے بارے میں اپنے استاد کے ساتھ اسی حدیث کے علاوہ یہ بھی واقعہ نقل کیا ہے۔ جب حسین بن علی (علیہ السلام) قتل کئے گئے اور اشقیاء ان کے سر کو شام کی طرف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک مقام پر ٹھہرے اور شراب نوشی میں مشغول ہو گئے۔ تالیاں بجانے لگے، اور اسی سر مقدس کو ایک دوسرے کے ہاتھوں کی طرف اچھالنے لگے، اور اچانک ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور لوہے کے قلم کے ساتھ دیوار پر لکھنے لگا۔

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا   شَفَاعَةَ جَدِّهٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

ترجمہ:۔

یعنی کیا وہ لوگ جنہوں نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا، یہ امید رکھتے ہیں کہ بروزِ قیامت ان کے جد امجد کی شفاعت سے بہرہ مند ہوں گے، جیسے ہی اس عجیب ماجرا کو دیکھا سر کو وہیں چھوڑ کو فرار کر گئے۔

---

[1] محمد بن نجار،

دروازۂ شام پر اہل بیت علیہم السلام کی حالت زار

راوی کہتا ہے کہ جب یہ ظالم گروہ سر مقدس حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیتؑ کو شام کی طرف لے گیا، اور یہ شہر دمشق کے قریب پہنچے تو ام کلثوم سلام اللہ علیہا شمر کے نزدیک گئیں، اور اس سے کہا: اگر تمہیں شہر میں ہمیں لے جانا ہے تو اس دروازے سے لے جاؤ، جہاں تماشائیوں کا ہجوم کم ہو، اور اپنے سپاہیوں سے کہو کہ ان مقدس سروں کو محملوں سے باہر نکال لیں، اور ہم سے دور لے جائیں، کیونکہ اس قدر ہمارے اوپر نگائیں ڈالیں گئیں کہ جس سے ہماری بے حد رسوائی ہوئی، جب کہ ہم اسیری کی حالت میں ہیں۔ شمر وہ شخص ہے کہ جو اپنی پست فطرت ظلم و ستم میں مشہور تھا۔ بی بی ام کلثومؑ کے جواب میں کہنے لگا: اے سپاہیو! سروں کو نیزوں پر بلند کر کے محملوں کے درمیان لے جاؤ، اور اسی حالت میں اسیرانِ اہل بیتؑ کو تماشاہیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے شہر دمشق کے مرکزی دروازے سے گزارو، اور شہر کی جامع مسجد کے دروازے کے سامنے قیدیوں اور سروں کو ٹھہرادو۔

روایت میں ہے کہ اصحابِ رسولؐ میں سے ایک صحابی نے جب سر امام حسین علیہ السلام کو شام میں دیکھا تو وہ فوراً لوگوں کی نظروں سے چھپ گیا، اور ایک ماہ تک اپنے دوستوں سے چھپا رہا، ایک ماہ کے بعد جب لوگوں نے اسے دیکھا اور اس سے چھپنے کی علت پوچھی۔ تو اس نے جواب دیا: کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ کتنی بڑی بدبختی ہم پر نازل ہوگئی۔

ترجمہ اشعار:۔ اے محمدؐ کے نواسے تیرے خون آلودہ سر کو شام لایا گیا، اور تیرے قتل سے کھلم کھلا اور جان بوجھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو قتل کیا گیا۔ اے فرزند پیغمبرؐ!

تجھے تشنہ لب قتل کیا گیا، اور قرآن کی رعایت نہیں کی گئی، اور تیرے قتل پر نعرۂ تکبیر بلند کیا گیا۔ جب کہ تیرے قتل کے ساتھ تکبیر و تہلیل (کلمۂ طیبہ) کو بھی قتل کیا گیا۔

ضعیف العمر شامی کی داستان

راوی کہتا ہے کہ جس وقت اہل بیت حسین علیہ السلام مسجد کے دروازہ پر ٹھہرائے گئے تھے۔ تو اس دوران ایک ضعیف العمر شخص ان کے قریب آ کر بلند آواز میں کہنے لگا: خدا کا شکر ہے کہ جس نے تمہیں قتل کیا، اور تمہارے مردوں کے قتل کے ذریعہ شہروں میں امنیت قائم ہوئی اور امیر المؤمنین کو تم پر فتح دی۔

علی ابن الحسین علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: اے شخص! کیا تم نے قرآں پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ فرمایا: کیا تم نے قرآن کی اس آیت کو پڑھا ہے؟ ﴿قُلْ لاَّ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾

اس نے جواب دیا: پڑھا ہے۔ علی ابن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: ہم ہی پیغمبر کے قرابت دار ہیں۔ کیا تم نے سورۂ بنی اسرائیل میں اس آیت کو پڑھا ہے؟ ﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ اس نے جواب دیا: پڑھا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: ہم ہی رسولؐ کے رشتہ دار ہیں۔ کیا تم نے یہ آیت بھی پڑھی ہے؟

﴿وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى﴾

اس نے جواب دیا: پڑھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: ہم ہی رسولؐ کے رشتہ دار ہیں۔ کیا تم نے یہ آیت پڑھی ہے:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

اس نے جواب دیا: پڑھی ہے۔ علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: ہم ہی اہل بیتؑ ہیں کہ خداوند نے ہم کو ہی آیت تطہیر کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

وہ بوڑھا آدمی ان کلمات کے سننے کے بعد خاموش ہوگیا، اور اپنی باتوں پر پشیمان ہوا، اور کہنے لگا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا قرآن کریم کی یہ آیات تمہاری شان میں ہیں۔ تو حضرتؑ نے فرمایا: مجھے خدا اور اپنے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی قسم کہ یہ آیات ہمارے حق میں ہیں۔ بوڑھا شخص یہ سن کر رونے لگا، اور اپنا عمامہ زمین پر پھینک دیا، اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہنے لگا: کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ تو حضرتؑ نے فرمایا: ہاں اگر تو توبہ کرے تو خداوند قبول کر لے گا۔ اور تو ہمارے ساتھ ہوگا تو اس نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔

جیسے ہی اس بوڑھے شخص کے واقعہ کی خبر یزید کو ملی تو اس نے اسے قتل کرا دیا۔

دربارِ یزید میں اہل بیتؑ کا داخلہ

اس کے بعد اہل حرم اور امام سجادؑ کو ایسی حالت میں دربار میں لایا گیا کہ ان کے ہاتھ ایک رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ جب یزید کے سامنے اس حالت میں کھڑے ہوئے تو امام علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿أُنْشِدُكَ اللّٰهَ يَا يَزِيدُ مَا ظَنُّكَ بِرَسُولِ اللّٰهِ لَوْ رَآنَا عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ﴾

اے یزید! تجھے خدا کی قسم، تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے بارے میں کیا خیال رکھتا ہے اگر وہ ہمیں اس حالت میں دیکھیں؟ یزید نے حکم دیا کہ رسی کو کھولا جائے۔ اس کے بعد

امام حسین علیہ السلام کے مقدس سر کو اس کے سامنے رکھا گیا۔ اور خواتین کو اس کے پشت کی طرف بٹھایا گیا تا کہ وہ سر امام حسین علیہ السلام کو نہ دیکھ سکیں، لیکن علی بن حسین علیہ السلام نے دیکھ لیا۔

جیسے ہی جناب زینب سلام اللہ علیہا کی نگاہ امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر پر پڑی تو بی بی نے منہ پیٹنا شروع کر دیا، اور ایسی دردناک آواز کے ساتھ روئیں جس نے دلوں کو تڑپا دیا، فرمایا:

﴿یٰا حُسَیْنَاهُ یَا حَبِیبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَابْنَ مَکَّةَ وَ مِنٰی یَابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ سَیِّدَةِ النِّسَاءِ یَابْنَ بِنْتِ الْمُصْطَفٰی﴾

راوی کہتا ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے تمام مجلس میں موجود درباریوں کو رولا دیا، اور یزید لعنت اللہ علیہ خاموش ہو گیا۔

اسی اثناء میں بنی ہاشم کی ایک خاتون نے جو کہ یزید کے گھر میں تھی امام حسین علیہ السلام پر گریہ و نالہ شروع کر دیا، اور بلند آواز سے کہنے لگی: ﴿یَا حَبِیْبَاهُ یَا سَیِّدَ اَهْلِ بَیْتَاهُ یَابْنَ مُحَمَّدَاهُ یَا رَبِیْعَ الْاَرَامِلَ وَ الْیَتَامٰی یَا قَتِیْلَ اَوْلَادِ الْاَدْعِیَاءِ﴾ جس کسی نے بھی اس آواز کو سنا، رونے لگا۔

اس کے بعد یزید نے خیزران کی چھڑی طلب کی، اور امام حسین علیہ السلام کے مقدس لبوں اور دانتوں پر مارنے لگا۔ ابو برزہ اسلمی اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: وائے ہو تم پر اے یزید! کیا تو حسین علیہ السلام فرزندِ فاطمہؑ کے دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں اس بات پر کہ میں نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حسین علیہ السلام اور ان کے بھائی حسنؑ کے لبوں کا بوسہ لیتے تھے۔ اور ان کی زبان کو چوستے تھے، اور فرماتے تھے کہ ﴿اَنْتُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ﴾ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو، اور خدا

قتل کرے، اور لعنت کرے ان لوگوں پر کہ جو تمہارے قاتل ہیں، اور ان کے لئے انتقام جہنم قرار دے۔

یزید اس بات سے غضبناک ہوا، اور حکم دیا کہ اسے دربار سے باہر لے جاؤ۔
اس کے بعد یزید نے ابن زبعری کے یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔

لَیْتَ اَشْیَاخِی بِبَدْرٍ شَهِدُوْا جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ

لَاَهَلُّوْا وَاسْتَهَلُّوْا فَرَحًا ثُمَّ قَالُوا یَا یَزِیْدُ لَا تَشَلْ

قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِهِمْ وَ عَدَلْنَاهُ بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

لَعِبَتْ هَاشِمُ بِالْمُلْکِ فَلَا خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْیٌ نَزَلْ

لَسْتُ مِنْ خِنْدِفٍ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ مِنْ بَنِی اَحْمَدَ مَا کَانَ فَعَلْ[1]

یعنی اے کاش میرے وہ بزرگان جو جنگ بدر میں قتل کیے گئے آج زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ طائفہ خزرج کس طرح ہماری تلواروں کے سامنے شکست کھا چکے ہیں، اور رو رہے ہیں، اور اس منظر کے دیکھنے سے وہ خوشیوں کے شادیانے بجاتے اور کہتے: اے یزید! سلامت رہو۔

ہم نے بنی ہاشم کے بزرگوں کو قتل کیا اور جنگ بدر کا ان سے بدلہ لیا۔

شعر کا ترجمہ :۔ میں خندف کی اولاد سے نہیں ہوں اگر میں بنی ہاشم سے ان کے کیئے کا بدلہ نہ لوں۔

---

[1] ابن زبعری۔

خطبہ جناب زینب سلام اللہ علیہا

اس اثناء میں جناب زینب سلام اللہ علیہا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں، اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ:۔ بی بی نے خدا کی حمد وثنا اور رسول خدا ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ اَسَآءُ وا السُّوآى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُ وْنَ﴾

وہ لوگ کہ جنہوں نے برے اعمال انجام دیئے ان کے اعمال کی عاقبت یہاں تک پہنچ گئی آیاتِ خدا کو جھٹلایا اور اس کا تمسخر اڑایا۔

﴿اظننت یا یزید حیث اخذت علینا اقطار الارض و افاق السمآء فاصبحنا نساق کما تساق الاساری﴾

اے یزید! کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین و آسمان تنگ کر دیا ہے، اور ہمیں قیدیوں کی طرح شہر بہ شہر پھرا رہا ہے۔ اور ہم خدا کے نزدیک ذلیل وخوار ہو گئے ہیں، اور تیری عظمت و بزرگی میں اضافہ ہوا ہے، اور تیرے اعمال عظمت پر دلالت کرتے ہیں؟ اور تو اس بات پر خوشحال ہے اور فخر کر رہا ہے کہ تیری دنیا آباد ہو گی اور تیرا کام تیری منشاء کے مطابق ہوا ہے، اور شہنشائیت پر تیری مہر لگ گئی ہے۔

تو فکر و تأمل کر! کیا تو خدا کے اس کلام کو بھول گیا ہے؟ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ اور یہ خیال نہ کریں وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا کہ یہ چند روز کی جو مہلت ان کو دے گئی ہے یہ ان کے لئے سعادت وخوش بختی ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے،

انہیں مہلت ہم نے اس لئے دی ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر اضافہ کریں، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿امن العدل یابن الطلقاء تخدیرک حرائک و امائک و سوقک بنات رسول اللّٰہ سبایا قد ھتک ستورھن و ابدیت وجوھھن تحدوبھن الاعداء من بلد الی بلد﴾

کیا یہی انصاف ہے کہ اے آزاد شدہ غلاموں کی اولاد! کہ تو اپنی کنیزوں کو تو پردہ میں بٹھائے، اور پیغمبر کی بیٹیوں کو بے مقنعہ و چادر ننگے سر و صورت دشمنوں کے ہمراہ شہر بہ شہر پھرائے اور ہر مقام کے باشندے، اور دور و نزدیک، پست و شریف لوگ ان کا تماشا دیکھیں جب کہ ان کے مردوں اور حامیوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے؟!

ہاں! ان لوگوں سے کیسے رحم و مہربانی کی امید کی جاسکتی ہے کہ جنہوں نے متقی و پرہیزگار لوگوں کے جگر کو منہ میں چبایا ہو، اور ان کے بدن کی پرورش شہداء کے خون سے ہوئی ہو، اور وہ ہماری دشمنی میں کیسے کوتاہی کر سکتے ہیں۔ جن کے دلوں میں ہمارے خلاف دشمنی و حسد رہا ہے، اور ابھی تم اس طرح تکبر و غرور میں مست ہو کہ گویا تم اپنے گناہ کی طرف متوجہ ہی نہیں یا تم نے کوئی گناہ ہی انجام نہیں دیا۔ اور ابا عبد اللہ سید جوانانِ اہل بہشت کے مقدس دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے اور یہ اشعار کہہ رہا ہے:

لاھلوا و استھلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لا تشل

تو یہ ایسی باتیں کیوں نہ کہے اور تو ایسے اشعار کیوں نہ پڑھے جب کہ تیرے ہاتھ اولادِ رسولؐ کے خون سے رنگیں ہیں، اور عبد المطلب کے نور نظر، زمین کے درخشاں ستارے تیرے ہاتھوں خاموش ہو گئے۔ تو نے اپنے اس اقدام کے ساتھ اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کیا ہے، اور اب تو اپنے قبیلہ کے گزشتہ بزرگوں کو پکار رہا ہے، اور یہ گمان کرتا

ہے کہ وہ تیری باتیں سن رہے ہیں، لیکن جلد ہی تو بھی ان کے ساتھ ملحق ہو جائے گا، اور اس جگہ پر تو آرزو کرے گا کہ کاش میرے ہاتھ خشک ہو جاتے، اور میری زبان گنگ ہو جاتی، اور نہ کہتا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے، اور نہ کرتا جو کچھ میں نے کیا (یہاں پر جناب زینب سلام اللہ علیہا نے دعا کی اور کہا:)

اے خداوند قادر و توانا! جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ان سے ہمارا انتقام لے، اور انہیں دردناک آگ میں جلا۔

اے یزید! تو نے اپنے اس اقدام سے کسی کو زخمی نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو زخمی کیا اور کسی کے گوشت کے ٹکڑے نہیں کئے، مگر اپنے ٹکڑے کئے ہیں، اور زیادہ دیر تک نہیں گزرے گی کہ بارگاہِ پیغمبر ﷺ میں اس حال میں حاضر کیا جائے گا۔ کہ ان کی اولاد کا خون اور اس کے اہل بیتؑ کی ہتک حرمت کا عظیم گناہ تیری گردن پر ہوگا، اور اس روز خداوند تعالیٰ ان کے بکھیرے ہوئے جسموں کو ایک مقام پر جمع کرے گا، اور ان کا بدلہ تجھ سے لے گا۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾۔

راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو ہرگز مردہ تصور نہ کرنا۔ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کے پاس رزق پا رہے ہیں۔

تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ اس روز لعنت خداوند حاکم ہو، حضرت محمد ﷺ تمہارے خلاف مقدمہ دائر کریں، اور جبرئیلؑ ان کی پشت پناہی کرے، اور جلد ہی ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کن افراد نے تمہیں اس مسند پر بٹھایا، اور مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا۔ کتنا برا انجام ہے ظالموں کے لئے کہ جو انہوں نے اختیار کیا ہے اور عنقریب

جان لو گے کہ کون بد بخت اور کس کا انجام بُرا ہوگا۔

اگر چہ زمانے کے انقلاب نے مجھے تم پر گفتگو کرنے پر مجبور کر دیا ہے، لیکن میں تیری قدر و مقام کو کچھ بھی نہیں سمجھتی اور تیری سرزنش کرنا عظیم جانتی ہوں، اور تیری سرزنش کرنا ناپسند کرتی ہوں، لیکن ہماری آنکھوں سے اشک بہہ رہے ہیں، اور ہمارے سینے غم و اندوہ کی آگ سے جل رہے ہیں۔

آہ! یہ امر کس قدر عجیب ہے کہ خدا کا گروہ شیطان کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔

ہمارا خون ان ہاتھوں سے گر رہا ہے اور ہمارا گوشت ان کے منہ میں چبایا جا رہا ہے، اور وہ طیب و طاہر جسم زمین پر پڑے ہوئے جنگل کے بھیڑے باری باری ان کی زیارت کے لئے آ رہے ہیں، اور جنگل کے درندے ان کی پاک خاک پر اپنی جبین رگڑ رہے ہیں۔

اے یزید! تو جو آج ہم پر اپنے غلبہ کو غنیمت سمجھ رہا ہے، عنقریب تجھ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا، اور تیرے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ مگر وہ کہ جو تو اپنے لئے بھیج چکا ہے۔ خداوند کریم اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ ہم اس کی بارگاہ میں اپنی شکایت کریں گے، اور وہی ہماری پناہ گاہ ہے، اور تو اے یزید! اپنے کام میں مشغول رہ اور اپنا مکر و فریب کام میں لاتا رہ، اور کوشش کرتا رہ، لیکن خدا کی قسم تو ہمارے نام کو مٹا نہیں سکتا اور ہماری وحی کو خاموش نہیں کر سکتا۔ اور ہمارے مشن کو ختم نہیں کر سکتا، اور نہ اپنے دامن سے اس ننگ و عار کے داغ کو دھو سکتا ہے، کیونکہ تیری عقل مریض ہے، اور تیری زندگی کے دن تھوڑے ہیں، اور اس دن تیرا یہ اجتماع بکھرا ہوا ہوگا کہ جس دن منادی ندا دے گا: ﴿اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ﴾۔

خدا کا شکر کہ جس نے ہماری ابتداء سعادت و مغفرت کے ساتھ اور ہماری انتہاء شہادت و رحمت پر مکمل کی۔

اور ہم خداوند کریم سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شہداء پر اپنی نعمت کی تکمیل فرمائے اور ان کے اجر و ثواب میں اضافہ فرمائے، اور ہمیں اپنے نیک جانشینوں کے ساتھ باقی رکھے، کیونکہ وہ خداوند بخشنے والا اور مہربان ہے۔ ﴿وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾۔

خطبہ سننے کے بعد یزید نے یہ شعر پڑھا:

يَـا صَـحَةً تَـحْـمَـدُ مِـنْ صَوَائِح　　　مَـا اَهْـوَنَ الْـمَـوْتُ عَـلَى النوائح

گریہ کرنے والوں کی فریاد کبھی پسندیدہ ہوتی ہے اور ایسی مصیبت زدہ عورتوں پر موت بہت آسان ہوتی ہے۔ اس کے بعد یزید نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ انہوں نے اہل بیتؑ کے قتل کا مشورہ دیا، لیکن نعمان بن بشیر نے کہا: کچھ تأمل کرو! اگر تیری جگہ رسول خدا ﷺ ہوتے تو وہ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ تم بھی اسی کی طرح سلوک کرو۔

دربارِ یزید میں ایک شامی شخص کی داستان

اسی اثناء میں ایک شامی نے جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کی طرف دیکھ کر یزید سے کہا: ﴿یا امیر المؤمنین هب لی هذه الجاریة﴾ یہ کنیز مجھے بخش دو۔ جناب فاطمہؑ نے اپنی پھوپھی سے کہا: پھوپھی جان! میں پہلے یتیم ہوئی ہوں اور اب مجھے کنیزی کے لئے دینا چاہتے ہیں۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: نہیں، ہرگز یہ فاسق ایسا نہیں کرسکتا۔ اس مرد شامی نے یزید سے پوچھا کہ یہ بچی کون ہے؟ یزید نے جواب دیا

کہ فاطمہ بنت حسینؑ ہے اور وہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہے۔

شامی نے کہا: اے یزید! خدا کی تجھ پر لعنت ہو، ہم نے تو خیال کیا تھا کہ یہ اسیرانِ روم ہیں۔ یزید نے کہا: خدا کی قسم میں تجھے بھی ان کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔ پھر اسے یزید کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ یزید نے ایک خطیب کو طلب کر کے اسے حکم دیا کہ وہ منبر پر جا کر حسین (علیہ السلام) اور اس کے باپ کو برا بھلا کہے۔ چنانچہ خطیب منبر پر گیا اور اس نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام شہید کربلا کی بہت مذمت کی، اور یزید اور اس کے باپ معاویہ کی مبالغہ آمیز تعریف کی۔

جناب علی بن الحسین علیہ السلام نے فریاد کرتے ہوئے کہا:

﴿وَيْلَكَ اَيُّهَا الْخَاطِب اِشْتَرَيْتَ مَرْضَاتِ الْمَخْلُوْقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ﴾

وائے ہو تم پر اے خطیب! تو نے مخلوق کی خوشنودی کو پروردگار کی ناراضگی کے بدلہ خریدا۔ پس تو جہنم میں اپنی جگہ تلاش کر۔

ابن سنان خفاجی نے حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں کس قدر خوب شعر کہا ہے:

اَعَلٰی الْمَنَابِرِ تُعْلِنُوْنَ بِسَبِّهِ وَ بِسَيْفِهِ نُصِبَتْ لَكُمْ اَعْوَادُهَا

یعنی منبروں پر بیٹھ کر امیر المومنین علیہ السلام پر علانیہ لعنت کرتے ہو جب کہ یہ منبر جو تمہارے لئے لگائے جاتے ہیں۔ ان کی لکڑیاں بھی اس کی تلوار کے طفیل میں تمہیں میسر ہوئیں۔

اسی روز یزید نے علی بن الحسین علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ تمہاری تین حاجات کو

پورا کروں گا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اہل بیتؑ کو ایسی جگہ لے جایا جائے کہ جہاں گرمی اور سردی سے محفوظ نہ رہ سکیں، چنانچہ انہیں ایسے ہی مقام پر ٹھہرایا گیا کہ ان کی پاکیزہ صورتیں زخموں سے پھٹ گئیں، اور جب تک اہل بیتؑ دمشق میں قید رہے انہوں نے عزاداری امام حسین علیہ السلام کو جاری رکھا۔

جنابِ سکینہؑ کا خواب

جناب سکینہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: جب دمشق میں چار روز گزر چکے تو میں نے ایک خواب دیکھا۔ اس بی بی نے یہ خواب طولانی نقل فرمایا ہے۔ اور اس کے آخر میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک خاتون ایک خیمہ میں بیٹھی ہے اور جس کے دونوں ہاتھ سر پر ہیں۔ میں نے سؤال کیا کہ یہ بی بی کون ہیں؟ تو کہنے والے نے کہا کہ یہ فاطمہ بنت محمدؐ ہیں جو تمہاری دادی ہیں۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں ان کے پاس جاؤں گی اور جو مظالم ہم پر ڈھائے گئے ہیں انہیں بیان کروں گی۔ اس کے بعد میں جلدی سے ان کے پاس گئی اور ان کے سامنے کھڑی ہوئی اور رو کر کہنے لگی۔

اے مادر گرامی! خدا کی قسم، ہمارے حق سے انکار کیا گیا، اور ہمارے اجتماع کو متفرق کیا گیا، اور ہمارے حرم میں داخل ہونا مباح سمجھا گیا۔ اے مادر گرامی! خدا کی قسم، ہمارے باپ حسین علیہ السلام کو قتل کیا گیا۔

﴿فَقَالَتْ لِیْ کُفِّی صَوْتَکِ یَا سُکَیْنَةُ فَقَدْ قَطَّعْتِ نِیَاطَ قَلْبِیْ﴾

انہوں نے فرمایا: میری پیاری بیٹی اس سے زیادہ کچھ نہ کہو! تمہاری باتوں نے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ یہ تمہارے باپ حسین علیہ السلام کی قمیص میرے پاس ہے جو ہمیشہ میرے پاس رہے گی، یہاں تک کہ اس قمیص کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر

ہوں گی۔ ابن لھیعہ نے ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت نقل کی ہے: راس الجالوت نے مجھے دیکھا اور کہا: خدا کی قسم میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر (۷۰) اجداد کا فاصلہ ہے۔ یہودی جب بھی مجھے دیکھتے ہیں میری بہت تعظیم کرتے ہیں، لیکن تم باوجود اس کے پیغمبر اور اس کی اولاد کے درمیان فقط ایک باپ کا فاصلہ تھا تو تم نے اس کی اولاد کو قتل کر دیا۔

بادشاہِ روم کے سفیر کی داستان

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس کو یزید کے پاس لایا گیا، اور وہ ہمیشہ جشن کی محفل منعقد کیا کرتا تھا، اور سر امام حسین علیہ السلام کو اپنے سامنے رکھتا تھا۔ ایک دن روم کے بادشاہ کا سفیر جو کہ خود بھی اشرافِ روم میں سے تھا مجلس یزید میں آیا، اور یزید سے پوچھنے لگا: اے عرب کے بادشاہ! یہ کس کا سر ہے؟ یزید نے جواب دیا: تجھے اس سر سے کیا کام؟ اس نے کہا: جب میں بادشاہ کے پاس واپس جاؤں گا تو جو کچھ میں نے یہاں دیکھا ہے اس کے بارے میں وہ پوچھے گا، اور یہ کتنا اچھا ہوگا کہ میں اس سر اور اس کے وارث کے بارے میں بیان کروں تاکہ وہ تمہاری خوشیوں میں شریک ہو۔ یزید نے جواب دیا: یہ سر حسین ابن علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کا ہے۔ رومی پوچھنے لگا: اس کی ماں کا نام کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: فاطمہ بنت محمدؐ۔

نصرانی نے کہا: وائے ہو تم پر اور تمہارے دین پر۔ میرا دین تمہارے دین سے بہتر ہے، کیونکہ میرا باپ حضرت داؤد کی نسل سے ہے۔ میرے اور ان کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ پھر بھی تمام نصرانی میری تعظیم کرتے ہیں، اور میرے پاؤں کی خاک کو تبرک

کے طور پر اٹھاتے ہیں، جبکہ حسینؑ اور تمہارے پیغمبرؐ کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے۔ یہ کیسا دین ہے کہ جو تم رکھتے ہو؟ اس کے بعد یزید سے کہنے لگا کہ کیا تو نے گرجا حافر کی داستان سنی ہے۔ اس نے کہا: بیان کرو کہ سنوں۔ اس عیسائی نے کہا:

عمان اور چین کے درمیان ایک دریا ہے کہ جس کو عبور کرتے ہوئے ایک سال لگتا ہے۔ اس دریا کے درمیان کوئی آبادی موجود نہیں ہے۔ سوائے ایک شہر کے جو دریا کے درمیان ہے، جس کی لمبائی اور چوڑائی اسی (۸۰) فرسخ ہے۔ (مترجم، ایک فرسخ تین میل ہے) اور کرۂ زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا شہر بڑا نہیں۔ اس شہر سے یاقوت اور کافور دوسرے ممالک کو بھیجا جاتا ہے، اور اس کے درخت عود و عنبر کے ہیں۔

یہ شہر عیسائیوں کے قبضہ میں ہے، اور ہر بادشاہ عیسائی ہوتا ہے، اور اس شہر میں بہت سارے گرجا گھر ہیں، اور ان میں سے سب سے بڑا گرجا گھر حافر ہے، اور اس کے محراب میں سونے کا ایک برتن ہے کہ جس میں ایک سُم ہے مشہور ہے کہ اس گدھے کا سم ہے کہ جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوتے تھے، اور اس برتن کو ریشمی کپڑوں کے ساتھ لپیٹا گیا تھا ہر سال عیسائی کثیر تعداد میں دور دراز سے اس گرجا گھر کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اس برتن کے گرد طواف کرتے ہیں۔

اس کا بوسہ لیتے ہیں۔ اس جگہ پر خدا سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہی ہے، یہی ان کا عمل ہے۔ اس سم کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ اس گدھے کا سُم ہے کہ جس پر ان کے پیغمبر حضرت عیسیٰ سوار ہوا کرتے تھے، لیکن تم نے اپنے پیغمبرؐ کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ﴿لَا بَارَکَ اللّٰهُ فِيكُمْ وَلَا فِي دِينِكُمْ﴾

یزید نے کہا: اس عیسائی کو قتل کر دو کہ اس نے مجھے میری اپنی مملکت میں رسوا کیا ہے۔ عیسائی نے جب اپنے قتل ہونے سے باخبر ہوا، تو یزید سے کہا: کیا تو مجھے قتل کر دے

گا؟ تو اس نے کہا: ہاں، تو عیسائی نے کہا کہ تو جان لے کہ کل رات میں نے تیرے پیغمبرؐ کو خواب میں دیکھا، وہ مجھے فرمار ہے تھے کہ اے عیسائی تو اہل بہشت سے ہے۔ تو میں نے اس بشارت پر تعجب کیا اب میں کلمہ شہادتین پڑھتا ہوں:

﴿اَشْهَدُ اَنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے مقدس سر کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگایا، اور اس کے بوسے لینے لگا اور روتا رہا، یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔

حدیث منہال

راوی کہتا ہے کہ ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے، اور دمشق کے بازار میں جا رہے تھے۔ منہال بن عمران ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگے: ﴿كَيْفَ اَمْسَيْتَ يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟﴾ اے فرزند رسول خداؐ آپ نے شام کیسی گزاری؟ تو آپ نے فرمایا:

﴿اَمْسَيْنَا كَمَثَلِ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ فِى آلِ فِرْعَوْنَ﴾

جس طرح کہ بنی اسرائیل نے قوم فرعون کے درمیان گزاری کہ ان کے بیٹوں کو قتل کرتے تھے، اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اے منہال! عرب لوگ عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ عرب تھے اور قریش، تمام عربوں پر افتخار کرتے ہیں کہ محمد ہمارے قبیلے سے تھے، اور ہم ان کے اہل بیتؑ ہیں، لیکن ہمارے حق کو غصب کیا گیا، اور ہمیں قتل کیا گیا اور ہمیں دربدر کیا گیا۔

﴿فَاِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ مِمَّا اَمْسَيْنَا فِيْهِ يَا مِنْهَالَ﴾

اور کتنا اچھا شعر مھیار نے کہا ہے:

يُعَظِّمُوْنَ لَهُ اَعْوَادَ مِنبَرِهِ وَ تَحتَ اَرْجُلِهِمْ اَوْلادَهُ وَ ضَعُوا
بِاَيِّ حُكْمٍ بَنُوْهُ يَتبَعُوْنَكُمْ وَ فَخْرُكُمْ اَنَّكُمْ صَحبٌ لَهُ تَبَعُ

رسول خداﷺ کے احترام کی خاطر آپ کے منبر کی لکڑیوں کا احترام کرتے ہیں، لیکن ان کے بیٹوں کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں۔ کون سے قانون کے مطابق پیغمبرؐ کے بیٹے تمہارے تابع ہو جائیں، جبکہ تمہارا افتخار اس بات میں ہے کہ تم ان کے پیروکار رہو۔

ایک دن یزید نے علی بن حسین علیہ السلام اور عمرو بن الحسن کو طلب کیا، عمرو اس وقت گیارہ سال کا بچہ تھا۔ یزید نے اس سے کہا: کیا تو میرے بیٹے خالد سے کشتی لڑے گا۔ عمرو نے کہا: نہیں، لیکن ایک چاقو مجھے دے دو اور ایک چاقو اسے دے دو۔ ہم دونوں آپس میں جنگ لڑیں گے۔ یزید نے کہا:

شِنْشِنَةٌ اَعْرَفُهَا مِنْ اَخْزَمِ هَلْ تَلِدُ الْحَيَّةُ اِلَّا الْحَيَّةِ

اس کے بعد یزید نے علی بن الحسین علیہ السلام سے کہا: وہ تین حاجات جن کو پورا کرنے کا میں نے وعدہ کیا ہے طلب کرو حضرتؑ نے فرمایا:

پہلی حاجت یہ ہے کہ میرے والد بزرگوار کے سر مقدس کو مجھے دے دو تا کہ میں اس صورت نازنین کی زیارت کروں۔

دوسری حاجت یہ ہے کہ جو ہمارے مال و اسباب لوٹے گئے ہیں وہ ہمیں واپس کیے جائیں۔

تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو کسی امین شخص کو تعیّن کرتا کہ وہ ان مستورات کو مدینہ تک پہنچائے۔

یزید نے جواب دیا: تم اپنے باپ کے سر کی زیارت کبھی نہ کرسکو گے، اور

میں نے تم کو معاف کر دیا اور تمہارے قتل سے گریز کیا اور ان عورتوں کو تمہارے سوا کوئی دوسرا مدینہ واپس نہیں لے جائے گا، اور وہ اموال جو تم سے چھینے گئے ہیں۔ ان کے بدلے میں کئی گنا زیادہ قیمت ادا کر دوں گا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں تمہارے اموال کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں رہنے دو تا کہ تمہارے اموال میں کمی نہ آ جائے، لیکن ہم اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینا چاہتے ہیں، کیونکہ اس میں میری دادی فاطمہ بنت محمدؐ کے ہاتھوں سے بنے ہوئے لباس، مقنعہ، چادر اور قمیص ہیں۔ یزید کے حکم کے مطابق ان اموال کو واپس کیا گیا، اور دو سو دینار اپنے مال سے ان اموال پر اضافہ کر کے امام زین العابدین علیہ السلام کو دیا۔ حضرت سجاد علیہ السلام نے دو سو دینار لے کر فقراء میں تقسیم کر دیئے اور اس کے بعد یزید نے حکم صادر کیا کہ خاندانِ حسینؑ کے اسیروں کو ان کے وطن مدینہ واپس پہنچایا جائے۔

لیکن امام حسین علیہ السلام کے سر مقدس کے بارے میں روایت ہے کہ اس کو کربلا بھیجا گیا اور ان کے بدن شریف کے ساتھ دفن کیا گیا، اور علماءِ امامیہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔ اس روایت کے علاوہ بہت سی روایات ہماری اس روایت کے مطابق نقل ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اختلاف بھی موجود ہے، لیکن ہم اسے نقل نہیں کرتے، کیونکہ ہماری غرض اس کتاب کو مختصر لکھنا ہے۔

اہل بیتؑ کا کربلا میں ورود

راوی کہتا ہے: جب امام حسین علیہ السلام کے اہل بیتؑ شام سے عراق کی طرف آئے تو انہوں نے قافلے کے راہنما سے کہا کہ ہمیں کربلا کی طرف سے لے چلو۔ جب سرزمین کربلا پر پہنچے تو ان کی ملاقات جابر بن عبداللہ انصاری اور چند افرادِ بنی ہاشم سے

ہوئی، جو مدینہ سے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ سب گریہ و بکا کرنے لگے، اور منہ پر طمانچے مارنے لگے۔ ﴿وَ اَقَامُوْ الْمَاتَمِ الْمُقْرِحَةَ لِلْاَكْبَادِ﴾ اور اس طرح عزاداری کی کہ جو دلوں اور جگر کو مجروح کرنے والی تھی۔

عرب عورتوں کی ایک جماعت جو کربلا میں موجود تھی وہ چند روز اسی طرح عزاداری کرتی رہیں۔ ابی حباب کلبی سے روایت کی گئی ہے کہ گچ کاروں کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہم رات کو مقام حبابہ پر جاتے تھے، اور اپنے کانوں سے امام حسین علیہ السلام پر جنوں کے رونے کی آوازیں اور ان کے نوحے سنتے تھے، اور وہ کہتے تھے:

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِيْنَهٗ
فَلَهٗ بَرِيْقٌ فِى الْخُدُوْدِ
اَبَوَاهُ مِنْ اَعْلٰى قُرَيْشٍ
وَ جَدُّهٗ خَيْرُ الْجُدُوْدِ

اہل بیتؑ مدینہ کے قریب

کربلا کے بعد مدینہ کی طرف چل پڑے۔ بشیر بن جذلم کہتا ہے: جب مدینہ کے نزدیک پہنچے، علی بن الحسین علیہ السلام سواری سے اترے اور خیمے نصب کئے، اور مستورات کو بھی اتارا، اور فرمایا: اے بشیر! خدا مغفرت فرمائے تیرے باپ پر جو بڑے شاعر تھے۔ آیا تو بھی شعر پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بشیر کہتا ہے: میں گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے مدینہ میں پہنچا۔ جب مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے دروازے پر پہنچا تو بلند آواز سے گریہ کرنے لگا، اور یہ اشعار انشاء کئے۔

يَا اَهْلَ يَثْرَبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ بِهَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَادْمُعِى مِدْرَارٌ
اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ وَ الرَّاْسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاةِ يُدَارُ

اے مدینہ والو! اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہ گیا، کیونکہ حسین علیہ السلام قتل ہو چکے، اوران کی شہادت کی وجہ سے میری آنکھوں کے آنسو بارش کی طرح بہہ رہے ہیں۔ حسین علیہ السلام کا جسد اطہر سرزمین کربلا پر خاک وخون میں غلطان ہوا اور آپؑ کا سر اقدس نیزہ پر شہروں میں پھرایا گیا۔

اس کے بعد میں نے کہا: اے اہل مدینہ! اس وقت علی ابن الحسین علیہ السلام اپنی پھوپیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے نزدیک آئے ہیں، اور تمہارے شہر کی دیواروں کے پیچھے تشریف فرما ہیں۔ میں ان کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ ان کی منزل گاہ کو تمہیں دکھاؤں۔

اس بات کو سنتے ہی مدینہ کی تمام پردہ دار عورتیں جو کہ پردوں میں بیٹھیں ننگے سر باہر نکل آئیں اور فریاد کرنے لگیں۔ اس دن سے پہلے کبھی بھی ایسا گریہ نہیں دیکھا۔ مسلمانوں پر اس دن سے سخت تر ہوگا۔ میں نے سنا کہ ایک عورت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کر رہی تھی وہ کہہ رہی تھی:

ترجمہ:۔خبر دینے والے نے مجھے اپنے آقا و مولا کی شہادت سے آگاہ کیا۔ اس خبر نے میرے دل کو مجروح کر دیا۔ مجھے مریض اور رنجور کر دیا۔ پس تم اے میری آنکھوں بکثرت گریہ وزاری کرو، اور اشکوں کے بعد اشک بہاؤ۔ اس شخص کے لئے کہ جس کی مصیبت نے عرش خدا پر اثر کیا اور اسے لرزا دیا، اور اس کی شہادت سے بزرگی و دیانت کے اعضاء و جوارح کٹ گئے۔ گریہ کرو اولادِ رسول خداؐ اور اولاد علی بن ابیطالب پر اگرچہ وہ وطن سے دور ہو گئے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد کہا: اے شخص یہ خبر لانے والے تو نے ہمارے غم کو شہادتِ حسین علیہ السلام سے تازہ کیا ابھی ہمارے دل کے زخموں کو شفا نہیں ملی تھی کہ تو نے دوبارہ زخمی کر دیا۔ تم کون ہو؟

میں نے کہا: میں بشیر بن جذلم ہوں کہ میرے آقا و مولا علی بن حسین علیہ السلام نے مجھے بھیجا ہے۔ حضرتؑ اہل حرم کے ساتھ فلاں مقام پر اُترے ہیں، اور مجھے حکم فرمایا۔

بشیر نے کہا: اہل مدینہ مجھے وہاں چھوڑ کر بہت جلدی سے مدینہ سے باہر نکل گئے۔ میں نے گھوڑے کو دوڑایا، اور اپنے آپ کو ان تک پہنچایا، اور میں نے دیکھا کہ لوگوں نے راستہ بند کر دیا ہے، اور جگہ خالی نہیں چھوڑی، اور میں گھوڑے سے اترا، اور بمشکل خیموں کے قریب پہنچا۔

علی بن حسین علیہ السلام خیمے کے اندر تھے۔ چند لحظوں کے بعد خیمے سے باہر آئے۔ ان کے ہاتھ میں رومال تھا جس کے ذریعہ آنکھوں سے آنسو صاف کر رہے تھے، اور حضرتؑ کے پیچھے ان کا خادم تھا۔ وہ کرسی لے آیا اور اسے زمین پر رکھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام اس پر بیٹھے، لیکن ان کی آنکھیں مسلسل اشکبار تھیں، اور رونے کی آوازیں ایک طرف سے آرہی تھیں۔ مستورات و کنیزوں کے نوحے بلند تھے، اور لوگ ہر طرف سے حضرتؑ کو تسلیت پیش کرتے تھے، گویا فضائے عالم گریہ و نوحہ کر رہی تھی۔

خطبہ حضرت سجاد علیہ السلام نزدِ مدینہ

اس وقت امام سجاد علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ لوگوں نے رونا بند کر دیا۔

ترجمہ :۔ فرمایا: حمد ہے اس خدا کے لئے جو تمام عالمین کا پالنے والا، اور روزِ جزاء کا مالک، اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ خدا جو عقلوں کے ادراک سے دور ہے۔ اور مخفی راز اس پر ظاہر ہیں۔ حمد خدا کرتا ہوں مشکلات کے دیکھنے پر، زمانے کی سختیوں پر، دردناک داغوں پر، زہر آلود غموں پر، عظیم مصیبتوں پر اور بلاؤں پر۔

اے لوگو! حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمارا امتحان بہت بڑی مصیبتوں کے ذریعہ لیا، اور اسلام میں بہت بڑا خلا واقع ہوا۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے انصار قتل کیے گئے۔ ان کی مستورات کو قیدی بنایا گیا۔ ان کے سر اقدس کو نیزے پر چڑھا کر شہروں میں پھرایا گیا۔ یہ ایسی مصیبت ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اے لوگو!...... تمہارے مردوں میں کوئی ایسا مرد ہوگا جو اس مصیبت کے سننے کے بعد خوشحال ہوگا؟ اور کون سا دل ہے جو اس وجہ سے غم واندوہ سے خالی ہے؟ اور کون سی آنکھ ہوگی جو اس غم پر آنسو بہانے سے گریز کرے گی؟ جب کہ سات آسمان اس کے قتل پر روئے۔ دریاؤں نے اپنی موجوں کے ساتھ گریہ کیا، اور آسمان اپنے ارکان کے ساتھ روئے۔ تمام زمین نے گریہ وزاری کی۔ درختوں کی شاخوں، دریاؤں کی مچھلیوں، دریا کی موجوں اور مقرب فرشتوں اور سات آسمانوں کی تمام مخلوق نے اس مصیبت میں عزاداری کی۔ اے لوگو...... کون سا ایسا دل ہے جو اس کی طرف متوجہ ہو اور گریہ نہ کرے؟ اور کون سا کان ہے کہ جو اسلام پر آنے والی عظیم مصیبت کو سننے کی قدرت رکھے؟

اے لوگو...... ہمیں پراکندہ کیا گیا، اور اپنے شہروں سے دور کیا گیا۔ گویا کہ ہم ترکستان و کابل کے باشندے ہیں، جبکہ ہم نے نہ کوئی جرم کیا نہ گناہ۔ نہ کوئی ناپسندیدہ کام اور نہ دین اسلام میں کوئی تبدیلی کی۔

خدا کی قسم اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سفارشات ہمارے حق میں فرمائی ہیں ان کی بجائے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کا فرمان جاری کرتے۔ تو ظالم اس سے زیادہ ظلم نہ کرتے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ہماری مصیبت کس قدر بزرگ، دردناک دلوں کو جلانے والی، سخت، تلخ اور مشکل تھی۔ خداوند متعال سے درخواست ہے کہ ان مصائب اور سختیوں کے بدلے میں ہمیں اجر و رحمت عطا فرمائے۔ کیونکہ وہ عزیز اور انتقام

لینے والا ہے۔

جب خطبہ امام سید سجاد علیہ السلام اس جگہ پہنچا تو ...... صوحان بن صعصعۃ بن صوحان کہ جو چلنے سے عاجز تھے، اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے، اور معذرت خواہی کرنے لگے کہ یا ابن رسول اللہؐ میں پاؤں سے محروم اور زمین گیر ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے آپ کی امداد نہ کر سکا۔ حضرتؑ نے اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے باپ صعصعہ کے لئے دعائے رحمت فرمائی۔

مدینہ کے مکانات کی حالت زار

اس کے بعد امام سجاد علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے ساتھ شہر مدینہ میں وارد ہوئے اور اپنے اقرباء کے گھروں اور اپنے قبیلہ کے مردوں پر نگاہ ڈالی، دیکھا تمام گھر اپنے زبان حال سے اپنے حامیوں اور مردوں کے گم ہو جانے پر نوحہ کناں تھے، آنسو بہا رہے تھے۔ مصیبت زدہ عورتوں کی طرح گریہ کر رہے ہیں، اور اپنے وارثوں کے احوال پوچھ رہے تھے اور حضرتؑ کے غم کی آگ میں جو آپ کے دل میں تھی اضافہ کر رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام کا بیت الشرف فریاد بلند کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے لوگو! میرا عذر قبول کرنا کہ جس طرح میں نوحے پڑھ رہا ہوں اور فریاد کر رہا ہوں، اسی طرح تم بھی اس مصیبت میں میری امداد کرو۔

کیونکہ میں ان کے فراق پر نالہ کر رہا ہوں، اور ان کے اخلاقِ کریمہ پر سوگوار ہوں۔ میرے دن رات میرے ہم راز اندرون خانہ کے چراغ اور میرے سحرگاہ اور میرے خیمے کی رسیاں میرے شرف و افتخار تھے، اور میری نصرت کرنے والے طاقت بخشنے والے تھے، اور میرے لئے سورج اور چاند تھے۔

اور کس قدر راتوں کی وحشت کو اپنی بزرگواری کے ساتھ مجھ سے خارج کیا، اور اپنے لطف و کرم سے میری حرمت میں اضافہ فرمایا، اور اپنی سحر گاہ کی مناجات کو میرے کانوں تک پہنچایا، اور اپنے اسرار گراں مایہ سے مجھے گرانی قدر بنایا، اور کس قدر راتوں کو اپنی نورانی مجالس و محافل سے مجھے زینت بخشی اور اپنے فضائل کے ساتھ مجھے معطر فرمایا، اور میری خشک لکڑیوں کو اپنے نورانی دیدار سے سرسبز و شاداب کیا، اور میری نحوست کو اپنی برکت کے ذریعہ نابود فرمایا۔

کس قدر فضیلت کی شاخوں کو میری آرزو کے کھیتوں میں کاشت کیا، اور میرے مقام کو اپنی مصاحبت سے محفوظ کیا۔ کتنی صبحوں کو میں نے تمام مکانوں پر فضیلت پائی ہے، اور ان پر فخر کرتا تھا اور خوشحال و مسرور تھا، اور میری کس قدر زیادہ ناامیدیوں کو اپنی آرزوؤں سے زندہ کیا۔

کس قدر اپنے خوف کو جو خشک ہڈیوں کی مانند میرے وجود میں مخفی تھا باہر نکالا، لیکن موت کے تیر نے ان کو اپنا نشانہ بنایا، اور زمانے نے مجھ پر حسد کیا کہ وہ دشمنوں کے درمیان غریب رہ گئے، اور مخالفین کے تیروں کا نشانہ بن گئے۔ آج عظمت کا محور جوان کی انگلیوں کے اشاروں پر برقرار تھا، ختم کر دیا گیا، اور مجسمہ مناقب کے گم ہونے سے زبان شکوہ کرتی ہے، اور مجسمہ نیکی ان بزرگواروں کے اعضاء کے کٹ جانے سے نابود ہو جائے گی، اور احکامِ خداوندی ان کی شکلوں کو نہ دیکھنے کی وجہ سے گریہ وزاری کر رہے ہیں۔

افسوس اس باتقویٰ انسان پر کہ جس کا خون ان جنگوں میں بہایا گیا۔ اور افسوس اس باکمال لشکر پر کہ جس کا پرچم ان مشکلات میں زمین پر گر پڑا۔

اگر لوگ رونے میں میرا ساتھ نہ دیں، اور جاہل لوگ مجھے ان مصیبتوں میں تنہا

چھوڑ دیں۔تو میری ہمراہی کے لئے بوسیدہ خاک کے ٹیلے اور ویران گھروں کی دیواریں کافی ہیں، کیونکہ وہ بھی میری طرح گریہ وزاری کرتے ہیں، اور میری طرح غم واندوہ میں غوطہ زن ہیں۔

اگر سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو آپ سنیں کہ ان شہدائے راہِ حق پر نمازیں کس قدر نوحہ کناں ہیں، اور ان کی بزرگی وکرامت ان کی ملاقات کی مشتاق ہیں، اور بخشش وکرم ان کے دیکھنے کے لئے بے تاب ہیں۔

مسجدوں کے محراب ان کے فراق وجدائی پر گریہ کناں ہیں، اور بے نوا افرادان کی عطاؤں کے لئے فریاد کر رہے ہیں۔ یقیناً ان فریادوں سے غم واندوہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ اس عظیم مصیبت میں تم نے کوتاہی کی ہے، بلکہ اگر میری تنہائی اور میرے ٹوٹنے کو دیکھتے۔تو تمہاری آنکھوں کے سامنے ایسے مناظر مجسم ہو جاتے کہ پاکیزہ دل درد میں مبتلا ہو جاتے، اور سینوں میں افسوس واندوہ کو حرکت میں لاتے، اور وہ مکانات جو مجھ سے حسد کرتے تھے۔ میری سرزنش کرنے لگے اور روزگار کے خطرات مجھ پر ٹوٹ پڑے۔آہ کس قدر میں ان مکانوں کے دیکھنے کا مشتاق ہوں جن میں وہ مکین اور آرام فرما ہیں۔

اے کاش میں بھی انسان کی جنس سے ہوتا اور اپنے آپ کو تلواروں کے مقابلہ میں سپر بناتا، اور اپنی جان کو ان پر فدا کرتا، تاکہ وہ زندہ رہتے، اور ان کے دشمنوں سے کہ جنہوں نے نیزوں سے ان پر وار کیا انتقام لیتا، اور دشمنوں کے تیروں کو ان سے روکتا۔ اب جبکہ یہ افتخار مجھے نصیب نہیں ہوا۔اے کاش میں ان ناز پروردہ بدنوں کا ٹھکانہ ومنزل ہوتا اور اتنا تو کرسکتا کہ ان کے اجسادِ طیبہ کو محفوظ رکھ سکتا۔

آہ اگر میں ان جانثار عالی قدر مردوں کی آخری آرام گاہ ہوتا۔ پوری کوشش و

محنت کے ساتھ ان کے بدنوں کی حفاظت کرتا اور ان کے پرانے حقوق کو ادا کرتا، اور ان کے بدنوں پر پتھر گرنے سے روکتا، اور فرماں بردار غلاموں کی طرح ان کی خدمت میں کھڑا رہتا، اور ان نورانی و پاکیزہ صورتوں اور ان کے جسموں کے نیچے عظمت و کرامت کے فرش بچھاتا، اور ان کی محبت و ہم نشینی کی آرزو کو پہنچتا، اور ان کے نور سے اپنے باطن کو روشن کرتا۔

آہ کس قدر اپنی آرزوؤں تک پہنچنے کا مشتاق ہوں، اور کس قدر اپنے اندر بسنے والوں کی دوری پر غم ناک ہوں، اور دنیا کے تمام فریاد اور نالے میرے نالوں اور فریادوں سے کم تر ہیں، اور ہر قسم کی دوائی ان کے پاکیزہ وجود کے علاوہ میری شفا کے لئے بے اثر ہے، لیکن میں نے ان کے غائب ہونے پر لباس عزا کو اپنے تن پر پہن لیا ہے، اور سوگواری کی قمیص پہن لی ہے، اور صبر کو پانے سے ناامید ہو چکا ہوں، اور میں نے کہا: آسائش و آرام زمانہ کے سبب میری اور تیری ملاقات قیامت کے دن ہوگی۔

ابن قتیبہ نے کس قدر بہترین اشعار کہے ہیں کہ جب ان ویرانے گھروں کو دیکھا اور رونے لگا اور کہتا تھا:

ترجمہ: آل محمدؑ کے گھروں کے پاس سے گزرا، اور دیکھا کہ وہ مکانات اس دن کی مثل کہ جن دنوں ان میں آل محمدؑ رہتے تھے، اب اس طرح نہیں ہیں۔ خداوند ان گھروں اور ان کے صاحبان کو اپنی رحمت سے دور نہ کرے۔ اگرچہ میرے خیال میں آج یہ مکانات اپنے مکینوں سے خالی ہو چکے ہیں۔

جان لو کہ شہدائے کربلا کا قتل مسلمانوں کی گردن میں ذلت کا طوق ہے، اور اب ان کی ذلت کے آثار ظاہر ہیں۔ فرزند آل پیغمبرؐ جو ہمیشہ لوگوں کی پناہ گاہ تھے، اور اب دلوں کیلئے مصیبت بن گئے ہیں کہ تمام مصیبتوں سے عظیم اور غمناک ترین ہیں۔ مگر تم

نے نہیں دیکھا کہ سورج کا رنگ شہادت حسین علیہ السلام کی وجہ سے بیماروں کی طرح زرد ہوگیا، اور زمین اس مصیبت کی وجہ سے لرزنے لگی۔ تو اے وہ شخص جو مصیبت ابا عبداللہ کو سنتے ہو غم و حزن میں اس طرح رہو کہ جس طرح فرزندانِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ رہتے تھے۔

گریۂ امام زین العابدین علیہ السلام

روایت میں ہے: امام زین العابدین علیہ السلام باوجود اس مقام حلم و صبر کے جس کی توصیف نہیں کی جا سکتی، اس مصیبت میں بہت روتے اور ان کے غم و حزن کی انتہا نہ تھی۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ زین العابدین علیہ السلام چالیس (۴۰) سال اپنے باپ کی مصیبت میں روتے رہے۔ حالانکہ دنوں میں روزہ دار ہوتے، اور راتوں میں عبادت کرتے تھے، اور جب افطاری کا وقت ہوتا حضرت علیہ السلام کا غلام پانی اور کھانا آپ کے سامنے رکھتا تھا۔ اور عرض کرتا: میرے آقا جان! تناول فرمایئے۔ حضرت علیہ السلام کہتے:

﴿قُتِلَ اِبْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ جَائِعًا قُتِلَ اِبْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَطْشَانًا﴾

پیغمبرؐ کے بیٹے کو بھوکا و پیاسا قتل کیا گیا، اور ہمیشہ یہ بات کرتے تھے اور روتے تھے۔ جب بھی کھانا اور پانی تناول فرماتے تو ان کی آنکھیں اشکوں سے پُرنم ہو جاتی تھی، اور ہمیشہ اس حالت میں رہے، یہاں تک کہ دنیا سے انتقال کر گئے۔

حضرت سجاد علیہ السلام کا غلام نقل کرتا ہے: ایک دن حضرتؑ صحرا کی طرف گئے، اور مَیں ان کے پیچھے گیا۔ دیکھا کہ حضرتؑ نے اپنی پیشانی ایک سخت پتھر پر رکھی ہے۔ مَیں کھڑا ہو گیا اور ان کا گریہ و نالہ سنتا رہا، اور حساب کیا کہ ہزار مرتبہ کہا:
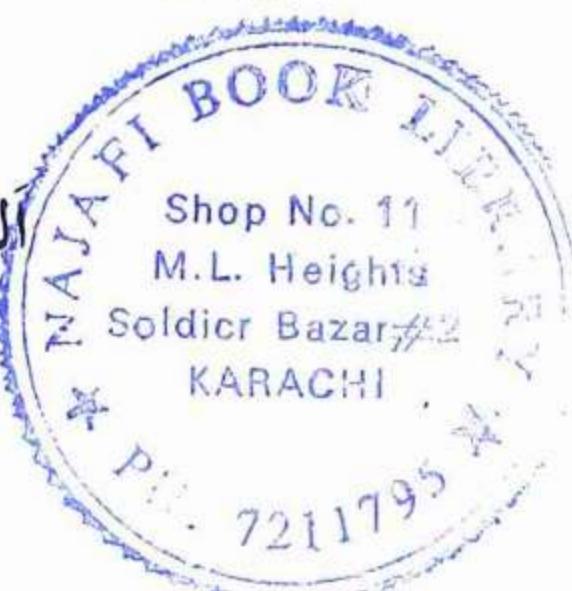
﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَبُّدًا وَ رِقًّا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِيْمَانًا وَ تَصْدِيْقًا وَ صِدْقًا﴾
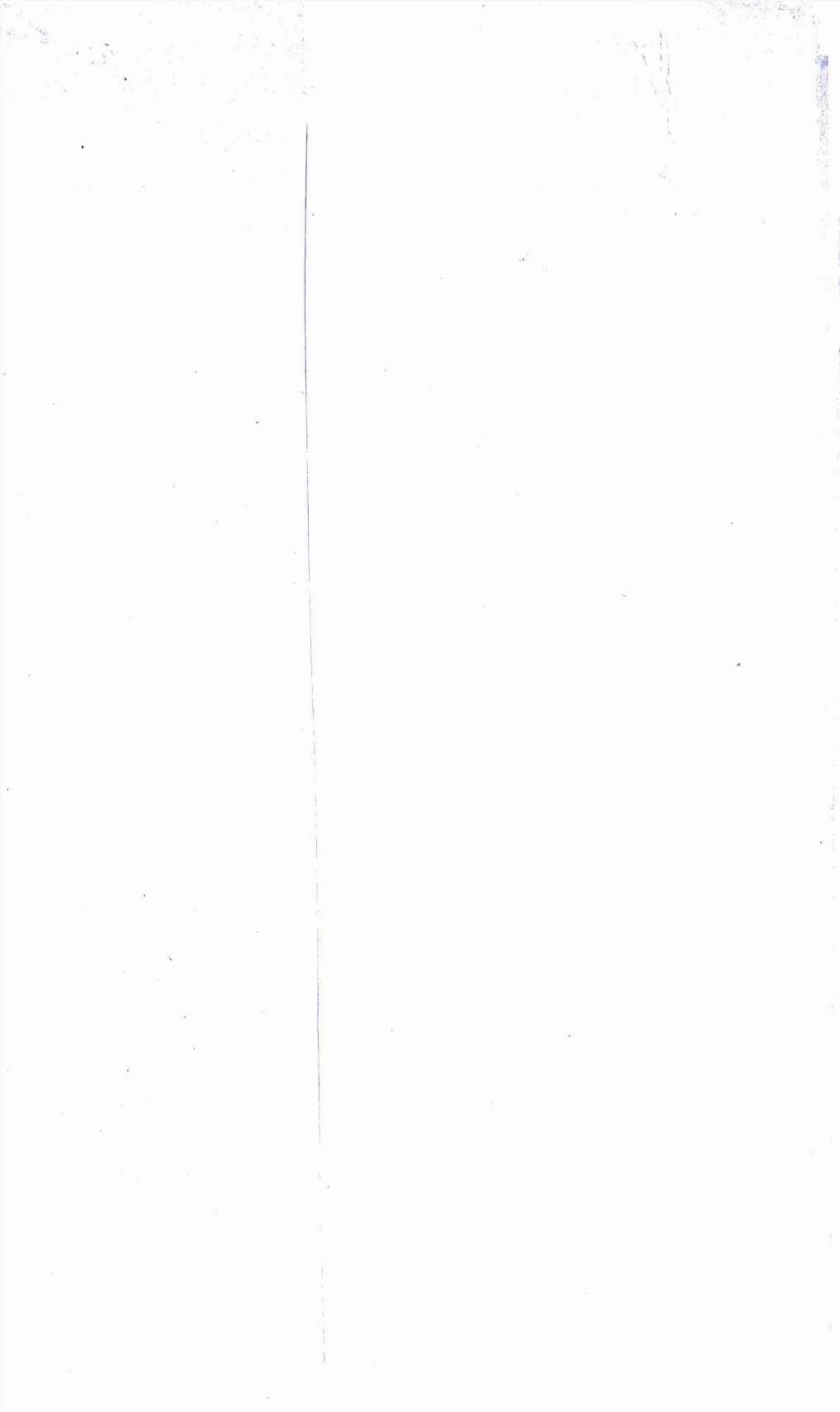
اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھایا۔ میں نے دیکھا: حضرتؑ کا چہرہ اور محاسن آنسوں سے تر تھے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ کا غم وگریہ ختم ہونے والا نہیں ہے؟

فرمایا: افسوس تم پر! یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خود پیغمبرؑ اور پیغمبر کے بیٹے تھے، انکے بارہ بیٹے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کے بیٹوں میں سے صرف ایک بیٹے کو ان کی نظروں سے دور کر دیا۔ پریشانی اور غم کے دباؤ سے ان کے سر کے بال سفید ہو گئے، اور غم کی وجہ سے اس کی کمر خمیدہ اور رونے کی وجہ سے آنکھوں کا نور ختم ہو گیا، حالانکہ ان کا فرزند زندہ تھا۔ لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے باپ اور بھائی اور ۱۷ افراد میرے اہل بیتؑ کے قتل کیے گئے، اور خاک پر پڑے رہے۔ پس کس طرح میرا غم و حزن ختم ہو اور میرے رونے میں کمی واقع ہو۔

راقم الحروف کا بیان ہے: میں یہ اشعار پڑھتا ہوں اور ان بزرگواروں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

کون ہے جو جا کر شہداءِ کربلا کو خبر دے اور کہے کہ تم نے لباس غم اُتار کر ہمیں دے دیا جو کبھی پرانا نہیں ہو سکتا، بلکہ ہمیں پُرانا اور نابود کرتا ہے۔ اور وہ زمانہ کہ جس میں ان سے ملاقات ہمیں خوشحال کرتی تھی، اب ان کی جدائی ہمیں رُلاتی ہے، اور ان کے فقدان سے ہمارے ایام زندگی سیاہ ہو گئے، درحالیکہ ہماری اندھیری راتیں ان کے نور سے روشن تھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ
وَ عَجِّلْ فَرَجَھُمْ وَ الْعَنْ اَعْدَائَھُمْ.

❁❁❁❁❁